آثارِ عصمت

(متوسط درجات میں تدریس کے لئے)

تالیف:

حجۃ الاسلام مولانا سید احسان حیدر جوادی

ناشر:

علامہ جوادیؒ ٹرسٹ، میرا روڈ، تھانہ (ممبئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آثارِ عصمت

(مختصر سوانح وسیرت چہاردہ معصومین علیہم السلام)

تالیف:

حجۃ الاسلام سید احسان حیدر جوادی

(مسئول جامعۃ فاطمہؑ، میراروڈ، ممبئی)

ناشر:

علامہ جوادیؒ ٹرسٹ، میراروڈ، تھانہ (ممبئی)

Asmita Heritage, 3/A/704, Naya Nagar, Mira Road (E),
THANE (MUMBAI) 401107. Ph. : +91 22 2855 2865

شناس نامۂ کتاب:

نام کتاب: آثارِ عصمت (تاریخ وسیرت چہاردہ معصومین علیہم السلام)

تالیف: حجۃ الاسلام سید احسان حیدر جوادی (مسئول جامعۃ فاطمہ، ممبئی)

تعداد صفحات: ۲۱۶ر

تاریخ اشاعت: روز ولادت حضرت امام زمانہ علیہ السلام و عجل اللہ فرجہ الشریف ۱۴۳۲ھ

ناشر: علامہ جوادیؒ ٹرسٹ، میرا روڈ، تھانہ (ممبئی)

پتہ: Asmita Heritage, 3/A/704,
Naya Nagar, Mira Road (E),
THANE (MUMBAI) 401107. INDIA
Ph. : +91 22 2855 2865

قیمت: ۷۵/روپیہ

مراکز حصول

جامعۃ فاطمہؑ، نریندر پارک، بلڈنگ: ڈی۔۱، نیا نگر، میرا روڈ تھانہ (ممبئی)

علامہ جوادیؒ ٹرسٹ، اسمیتا ہیری ٹیج ۳/اے، ۷۰۴، نیا نگر، میرا روڈ، ممبئی

جامعہ امامیہ انوار العلوم، ۳۹/مرزا غالب روڈ، الہ آباد

جامعہ انوار الزہرا، علامہ جوادیؒ کامپلکس، رحمت نگر، کریلی، الہ آباد

الایمان بک سنٹر، حضرت عباس اسٹریٹ، ڈونگری، ممبئی

تمام معتبر کتاب کی دوکانوں پر

انتساب:

تاریخ وسیرت معصومین علیہم السلام کا

علم حاصل کرنے والوں

علم دینے والوں

عمل کرنے والوں

عمل سکھانے والوں

اور اِن تمام صفات کے حامل

والدگرامی حضرت علامہ السید ذیشان حیدر جوادی اعلیٰ اللہ مقامہ

اور

والدہ محترمہ ضمیر فاطمہ دامت برکاتھا

اور

تمام ان ساتھیوں جو سیرت معصومینؑ پر گامزن ہیں۔۔۔

کے نام!!!

فہرست مندرجات

کتاب سے پہلے

والد علام حضرت علامہ السید ذیشان حیدر جوادی اعلیٰ اللہ مقامہ کی وفات کے بعد، اُن کے مشن کی تکمیل و ترقی کی غرض سے جہاں بہت سے اقدامات کئے گئے ہیں، اُنھیں میں جامعہ امامیہ انوار العلوم، الہ آباد میں نئے شعبوں کے اضافے، جامع مسجد قصبہ کراری ضلع الہ آباد کی تجدید و توسیع، علامہ جوادی گرلز انٹر کالج کراری کا قیام، شوذب کانونٹ الہ آباد کی دسویں جماعت تک ترقی بلکہ پورے ملک اور بیرون ملک میں دین مبین کی خدماتِ تبلیغ و ترویج شامل ہیں۔ اور اُن میں سب سے نمایاں کام ممبئ میں ''جامعۃ فاطمہؑ'' کا قیام ہے کہ ممبئ جیسی جگہ پر جہاں کے لئے مشہور ہے کہ لوگ یہاں کھانا تو کھلا سکتے ہیں مگر رات میں قیام نہیں کروا سکتے کیونکہ لوگوں کے پاس کھلا دینے کے پیسے تو ہیں مگر ان کے گھروں میں اتنی بھی گنجائش نہیں ہے کہ کسی ایک مہمان کو ایک رات اپنے گھر میں قیام کی دعوت دے سکیں۔ ایسے شہر میں اتنی عظیم الشان لڑکیوں کی دینی درسگاہ کا تصور کرنا بھی مشکل تھا، لیکن والد مرحوم کی دعائیں اور انکے مشن کی تکمیل کی خاطر، جامعۃ فاطمہؑ جس کا آغاز کرائے کے ایک مکان سے ہوا تھا، اب بحمد اللہ اپنی ایسی مستقل جگہ پر ہے جہاں آفس، ہال وغیرہ کے علاوہ چھ مستقل کلاس روم ہیں۔ اور یہ بڑی ہی آب و تاب کے

ساتھ قوم کی بچیوں اور خواتین کی دینی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دے رہا ہے اور اس کے تمام ترشعبوں کا اگر حساب کیا جائے تو ابتک ایک ہزار سے زائد افراد زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو کر مذہبی معاشرہ کی تشکیل میں کوشاں ہیں یا اس کا جزء بنے ہوئے ہیں۔

جامعۃ فاطمہؑ کے قیام کے بعد جیسے جیسے وقت گزرتا رہا، یہ احساس بڑھتا ہی گیا کہ اگرچہ ہمارے بزرگ علماء کرام نے بڑی ہی خدمات انجام دی ہیں لیکن اب بھی تدریسی مواد جو ہمہ جہت ضروریات کی تکمیل کر سکے، نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ابتک حقیر نے مختلف موضوعات سے متعلق تدریس کے لئے ڈیڑھ درجن سے زائد کتابیں تالیف و تدوین کی ہیں۔ کیونکہ اردو زبان میں یا تو کتابیں ہیں ہی نہیں یا ایسی کتابیں ہیں جو اَب ضرورت کی تکمیل سے قاصر ہیں۔ کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں اور انکی تکمیل کے لئے کتابوں کے مواد کا تبدیل ہونا بھی ناگزیر ہے۔

یہی حال ''تاریخ و سیرت'' کے موضوع کا بھی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ تاریخ اسلام اور سیرت ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے متعلق کتابیں نہیں ہیں، کتابیں تو ہیں لیکن اُن میں بیشتر کتابیں ایسی نہیں ہیں جنہیں درسی مواد کے طور پر پڑھایا جا سکے اور

اگر کسی کتاب سے یہ کام لیا بھی جا سکتا ہے تو اُس کا مبلغ علمی اتنا بلند ہے کہ جس سے مبتدی یا صرف ضروری معلومات حاصل کرنے والے استفادہ نہیں کر سکتے۔

یہی وہ مشکل تھی جس نے مجھے یہ قہری سعادت عطا کی کہ ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے جو مبتدی اور متوسط درجات کے لئے حجم کے اعتبار سے مختصر اور معلومات کے اعتبار سے جامع ہو۔ جس کی زبان بھی ایسی ہو جو بالکل عام فہم ہو، تا کہ کسی وجہ سے بھی درمیان سے سلسلۂ تعلیم منقطع ہو جانے پر بھی تاریخ کی کچھ معلومات اُن کے ذہنوں میں محفوظ رہ جائیں۔

کسی کتاب کی تالیف کے وقت مؤلف کی نظر اور مطالعہ میں متعدد کتابیں ہوتی ہیں چنانچہ حقیر نے بھی متعدد کتابوں سے استفادہ کیا ہے لیکن خصوصی طور پر جس کتاب کے طرز تحریر اور روش تربیت سے میں پوری طرح متاثر ہوں، وہ والد مرحوم کی تالیف ''نقوش عصمت'' ہے۔ اس کتاب میں بھی جا بجا اس کی جھلک نظر آئے گی بلکہ کہیں کہیں تو ایسا محسوس ہوگا کہ یہ کتاب ''نقوش عصمت'' کا خلاصہ ہے۔ اور یہ بات عمداً رکھی گئی ہے تا کہ ''نقوش عصمت'' کی تدریس سے پہلے مقدمہ کے طور پر یہ کتاب پڑھائی جائے۔

کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کی تالیف میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ چونکہ یہ کتاب مبتدی اور متوسط درجات کے طلباء وطالبات کی تدریس کے لئے

ہے لہٰذا ہر معصومؑ سے متعلق صرف دو اسباق تحریر کئے گئے ہیں، پہلے سبق میں مختصر تاریخ وسیرت کا ذکر ہوگا اور دوسرے سبق میں بعض معجزات وکرامات کے تذکرہ کے ساتھ کچھ تربیتی ارشادات بھی نقل کئے جائیں گے تاکہ انکی روشنی میں اپنی زندگیوں کو منور کیا جاسکے۔

ہم اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوسکے ہیں یہ تو آپ فیصلہ کریں گے۔ میری گزارش صرف اتنی ہے کہ اگر کہیں کوئی خامی یا قابل اصلاح بات نظر آئے تو نظر انداز کرنے کے بجائے متوجہ ضرور فرمائیں اور اگر کہیں کوئی خوبی نظر آجائے تو اُسے ٹال جائیے گا۔

خدائے علیم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اس کتاب کو مفید قرار دیتے ہوئے ہمارے لئے اسے ذخیرۂ آخرت قرار دے۔ والسلام

سید احسان حیدر جوادی

تاریخ وسیرتِ باقرالعلوم

حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام

(۱)

ماہِ رجب کی پہلی تاریخ ۵۷ھ تھی جب آسمانِ ہدایت پر پانچواں ماہِ امامت اور ساتواں مہر عصمت نمودار ہوا جس کے نور سے صرف مدینہ منورہ ہی کیا ساری کائنات روشن ومنوّر ہوگئی۔شاید انھیں دونوں مناسبتوں کو قدرت نے جمع کر کے سن ولادت ۵۷ قرار دیا اور عمر بھی ۵۷ سال عنایت فرمائی اور پھر دونوں کو جمع کرنے پر سن شہادت ۱۱۴ھ حاصل ہوگیا۔

آپ کا نام پیغمبر اسلامؐ کے نام پر ''محمد'' رکھا گیا جو اس گھرانے میں حضورؐ کے بعد پہلی بار اختیار کیا گیا تھا، جس کی وجہ شاید یہ رہی ہو کہ جس دین کو محمدؐ لے آئے تھے اُس کے تمام اَسرار و رموز واشگاف کرنے والا باقر بھی محمدؑ ہی ہونا چاہئے تھا۔کنیت ''ابوجعفر'' ہوئی اور القاب میں سب سے زیادہ مشہور ''باقر'' یا ''باقر علوم النبیین'' اور ''باقر علوم الاولین والآخرین'' ہوئے۔(باقر العلم یعنی علمی گتھیاں

سلجھانے والا)۔ اسی وجہ سے آپ کے درس سے فائدہ حاصل کرنے والوں میں مسلمانوں کے بڑے بڑے 'امام' جنہیں 'امام اعظم' تک کہا گیا، شامل نظر آئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام رشتوں کے اعتبار سے عظیم ترین رشتوں سے سرفراز ہوئے کیونکہ آپ دادھیالی اعتبار سے امام حسینؑ کے سگے پوتے اور ننھیالی اعتبار سے امام حسنؑ کے سگے نواسے تھے جس بنا پر آپ کو "ابن الخیر تین"، یعنی دونوں طرف سے خیر کے فرزند کہا گیا ہے۔

امام محمد باقرؑ کے عہد میں بادشاہانِ وقت:

آپ کے دورانِ زندگی میں جن بادشاہوں نے حکومت کرتے ہوئے اہلبیتؑ دشمنی کی حدیں عبور کر دیں انکے نام اور مدت حکومت اس طرح ہیں:

۶۰ھ تک معاویہ بن ابوسفیان۔ ۶۴ھ تک یزید بن معاویہ۔ ۶۵ھ تک معاویہ بن یزید اور مروان۔ ۸۶ھ تک عبدالملک بن مروان۔ ۹۶ھ تک ولید بن عبدالملک۔ ۹۷ھ تک سلیمان بن عبدالملک۔ ۱۰۰ھ تک عمر بن عبد العزیز۔ ۱۰۵ھ تک یزید بن عبدالملک۔ ۱۲۳ھ تک ہشام بن عبدالملک، اور اسی نے ۱۱۴ھ میں امامؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا بچپن:

امام محمد باقرؑ نے اپنی زندگی کے ابتدائی تین سال اپنے دادا امام حسینؑ کی

سرپرستی میں گزارے جس میں واقعۂ کربلا بھی پیش آیا جس کے آپ بھی چشم دید گواہوں میں سے ہیں۔ پھر ۹۵ھ تک اپنے والد امام زین العابدینؑ کے ساتھ ان تمام مصائب و آلام میں برابر کے شریک رہے جو کربلا سے شام تک اور پھر مدینہ میں واقعۂ حرا وغیرہ کی شکل میں پیش آتے رہے۔ اور اس کے بعد خود آپ کی امامت کا دور شروع ہوا جس میں آپ نے تبلیغ و ترویج دین اور نشر و اشاعتِ شریعت کا نیا انداز بطور درس و تدریس شروع کیا اور حکومت کے دنیاوی اور شیطانی معاملات سے الگ ہو کر پیاسے کو پانی پلانے کے بجائے کنواں کھودنے کی سیاست اختیار کی، تا کہ کبھی بھی کوئی تشنۂ علم اپنی پیاس بجھائے اور اہل علم معاشرہ حق و باطل کو آسانی سے پہچان سکے۔ اور اسی بنا پر اب مسجد نبوی اور مدینہ کے دوسرے مقامات محفل درس و تدریس سے منور رہنے لگے جہاں تشنگان علوم کو امامت کے چشمۂ زلال سے سیراب کیا جاتا تھا۔ دوسری طرف حکومتیں بھی اپنی طرف سے اس لئے مطمئن تھیں کہ ان کے جاسوسوں نے اطمینان دلا دیا تھا کہ ان لوگوں کا کام صرف پڑھنا پڑھانا ہے اور تیری حکومت کے معاملات سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جس سے فیصلہ ہو گیا کہ مخالف بادشاہان وقت اس بات پر مطمئن تھے کہ دنیا ہماری اور آخرت اہلبیت کی، اور یہی بات اہلبیت کی کامیابی بھی تھی۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے ادوارِ زندگی:

امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی کا جائزہ لینے کے لئے اُسے تین حصوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) ولادت سے شہادت حسینی تک (۲) شہادت حسینی سے شہادت امام سجادؑ تک اور (۳) آغاز امامتِ ظاہری سے شہادت تک۔

جس وقت آپ کی ولادت ہوئی وہ امام حسینؑ کی امامتِ ظاہری کا زمانہ تھا جس میں امام حسینؑ کی ساری کوششیں صرف تحفظِ دین وشریعت میں صَرف تھیں کہ دین میں وقتاً فوقتاً پیدا ہونے والی تحریفات وخرابکاریاں جو امام علیؑ اور امام حسنؑ کے دَور میں مشکلات و پریشانیوں کی بنا پر درست نہ ہوسکیں تھیں اُنھیں کسی طرح سے درست کیا جائے تاکہ دینِ خدا، انحرافات سے پاک و پاکیزہ آئندوں نسلوں میں منتقل ہو سکے۔ اور دوسری طرف حاکمِ شام معاویہ بن ابوسفیان و ہندہ جگر خارہ کی ساری فکر یہ تھی کہ میری عمر ڈھل رہی ہے لہٰذا خود کے دنیا سے جانے سے پہلے، اپنے بیٹے کی حکومت کے لئے تمام حالات موافق و مناسب کردیئے جائیں اور دنیا کو برائیوں میں اتنے نیچے تک دبا دیا جائے کہ پھر وہ شرابی، جواری، کتّا و بندر نچانے والے، ڈاڑھی مونڈنے والے، زانی اور فاسق وفاجر کو بھی اپنا حاکم قبول کرنے میں کوئی تکلف نہ کریں۔

امام محمد باقر علیہ السلام اور آغازِ کربلا:

ابھی امام باقر علیہ السلام کی عمر صرف تین سال اور اکیس دن تھی کہ حاکم

شام کے پُراشرار وجود سے دنیا محفوظ ہوگئی، وہ دنیا سے اپنے حقیقی ٹھکانے کی طرف چلا گیا اور اس کی جگہ پر اُسکا نالائق ترین بیٹا یزید تختِ حکومت پر براجمان ہوگیا اور ''بد بود، بدتر شد'' کی مثال درست ثابت ہوگئی۔ اور اب یہاں سے ایک نئی تاریخ ظلم وستم کا آغاز ہوا جس میں امام حسینؑ سے یزید مردود نے بیعت کا تقاضہ کردیا اور بات بالکل ظاہر تھی کہ حق، باطل کی بیعت نہیں کرسکتا تھا، چنانچہ امام حسینؑ نے بھی بیعت سے انکار کردیا۔ جس کے نتیجہ کے طور پر اہلبیتؑ کو مدینہ چھوڑنا پڑا، جس کے کرب واذیت میں امام باقرؑ بھی شریک رہے بلکہ بچپن ہونے کے سبب شاید دوسروں ست زیادہ مصیبت کا احساس کیا ہوگا۔

امام حسینؑ کے ساتھ امام باقرؑ بھی راستے کی سختیاں برداشت کرتے ہوئے ۳؍شعبان کو مکہ مکرمہ پہونچے اور ابھی جوارِ خانہ کعبہ کا فیض اُٹھانے ہی لگے تھے کہ دشمن کی چالبازیوں کے سبب امام حسینؑ کے قتل کی منصوبہ بندیاں ہونے لگیں جس کا کوفت سب کے ساتھ امام باقرؑ نے بھی برداشت کیا۔ یہاں تک کہ حج کی سعادتوں سے محروم کردئے گئے اور حج کو عمرۂ مفردہ سے تبدیل کرکے مکہ سے باہر نکل گئے اور عراق کی جانب چل پڑے۔

امام محمد باقر علیہ السلام اور کربلا:

امام محمد باقر علیہ السلام کے دل پر انجان راستوں کی تلخیاں اور حکومتِ یزید

کے مظالم کی سختیاں زخم کی طرح کا درد پہونچا رہی تھیں کیونکہ آپ کے لئے ظلم وستم کا برداشت کرنا اُتنا مشکل نہیں جتنا یہ درد جھیلنا مشکل تھا کہ آپ امامِ وقت کے دفاع میں بے بس تھے اور امامِ وقت کی مصیبتوں میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ کو بھی اپنے والد کے چچا جناب مسلمؒ بن عقیلؑ کی کوفہ میں شہادت کی خبر ملی اور اہلبیتؑ کے گھرانے میں مصیبتوں کا ایک اور نیا بابِ شہادت کُھل گیا۔ اِس کے بعد امام باقرؑ بھی گھر والوں کے ساتھ نامعلوم راستوں سے ہوتے ہوئے بالآخر ۲ محرم ۶۰ھ کو لا متناہی کرب و بلا کے میدان ''کربلا'' پہونچ گئے۔

ابھی امام محمد باقر علیہ السلام کی عمر مبارک صرف ساڑھے تین سال اور چند روز تھی کہ کربلا میں آپ پر بھی پانی بند کر دیا گیا اور بندشِ آب کی صعوبت ایک طرف اور امامِ وقت پر ہونے والی سختیوں کی مصیبت دوسری جانب آپ کے دل کو کباب کئے دے رہی تھی۔ دن گزرتے گئے اور روزِ عاشورہ آ گیا۔ یہ دن: مصیبتوں کا دن، آفتوں اور بلاؤں کا دن، اذیت و آزار کا دن، ظلم وستم کا دن اور عظیم ترین انسانوں کا دفاع حق میں شہادت کا دن تھا۔

امام محمد باقرؑ اور کارزارِ شہادت:

صبح کا آغاز چچا علی اکبرؑ کی اذان سے ہوا جس کے بعد سب کے ساتھ امام

باقرؑ نے بھی نماز فجر ادا کی اور ابھی تعقیبات سے فرصت بھی نہ ہوئی تھی کہ جنگ کا آغاز حملۂ اولیٰ سے ہو گیا۔ جنگ کا غبار بیٹھا تو دادا کے ساتھ امام باقرؑ نے بھی دیکھا کہ تقریباً پچاس جاں نثار راہِ خدا میں شہید ہو چکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد نماز ظہر کا وقت آپہونچا اور صرف چند نمازیوں کی جماعت میں آپ بھی یقیناً شریک رہے ہونگے جہاں امامِ جماعت سے بھی آگے دو جاں نثار اپنے سینوں پر تیر روکنے کے لئے سینہ سپر تھے اور نماز کے خاتمہ کے ساتھ ہی وہ بھی ختم ہو گئے۔ اور ابھی تھوڑی ہی دیر اور گزری تھی کہ گھر کے جوانوں کے ساتھ بچے بھی جامِ شہادت سے سیراب ہو نے لگے تھے لیکن امام باقرؑ کو اذن جہاد نہ مل رہا تھا، یہاں تک شیر خوار چچا علی اصغرؑ بھی جان کا نذرانہ پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے اور آپ مرضیٔ معبود پر راضی رہتے ہوئے جنگ کے لئے نہ گئے۔ اور اب تنہا حسینؑ ہیں جو میدان میں جارہے ہیں اور آپ بھی سب سے ساتھ انتہائی کرب واضطراب کے عالم میں اُنھیں شہادت کے لئے رخصت کر رہے ہیں۔ اور پھر کچھ ہی لمحوں کے بعد زمین کے لرزنے کا کرب، سورج کے گرہن کا درد، فرات کی موجوں کے سر پٹکنے کا کوفت، آندھیوں کا سیاہی بھرا گریہ، آسمان کا خونی سوگ اور کائنات کا دم بخود رنج تو ہر ایک کو نظر آیا مگر امام محمد باقر علیہ السلام کے دلِ پُر رنج کا درد کسی نے اپنی آنکھوں سے تو نہ دیکھا تھا، مگر وہ رنج وغم حدِ احساس سے بالاتر ہی رہا ہوگا جسے آپ نے برداشت کیا تھا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سر پٹکتے رہے، گریہ کرتے رہے، روتے بلکتے رہے، نالہ وفریاد کرتے رہے، آہ وفغاں کرتے رہے، نوحہ وشیون کرتے رہے اور فضائے کربلا میں آواز گونجتی رہی: قَدْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا ، وَ قَدْ ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

سوالات:

۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی مکمل تاریخ ومقام ولادت لکھئے؟

۲۔ امام باقرؑ کو ''ابن الخیرتین'' کیوں کہا جاتا ہے؟

۳۔ امام باقرؑ کی عمر آغاز کربلا پر کیا تھی اور آپ کو بھی کیا صدمہ تھا؟

۴۔ امام باقرؑ نے عاشورہ سے قبل کیا مصائب برداشت کئے؟

۵۔ امام باقرؑ کو روزِ عاشورہ سب سے زیادہ صدمہ کس بات کا تھا؟

تاریخ وسیرتِ باقرالعلوم

حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام

(۲)

امام محمد باقر علیہ السلام تاریخی اعتبار سے وہ پہلے امامؑ ہیں جنھوں نے نہ ظاہراً امیرالمومنینؑ کی زیارت کی اور نہ ہی اُن کا دور دیکھا، اِس کے باوجود آپ کا نام بھی علم وحکمت کے بیانات کے ساتھ ویسے ہی وابستہ نظر آتا ہے جس طرح امام علیؑ کا نام نامی فصاحت وبلاغت اور علم وحکمت کے بیانات کے ساتھ جُڑا ہوا ہے کہ جہاں کہیں بھی فصاحت وبلاغت کا ذکر ہوتا ہے وہاں امام علیؑ کی نہج البلاغہ کے ذکر کے بغیر تذکرہ نامکمل سمجھا جاتا ہے ویسے ہی جہاں علم وحکمت کے بیانات اور درس و تدریس کا تذکرہ ہوتا ہے، وہ تذکرہ بھی باقرالعلومؑ کے ذکر پر ہی منتہی ہوتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے کہ پانچویں امامؑ کی ولادت، امام علیؑ اور امام حسنؑ کی شہادت کے بعد ہوئی ہے بنابریں آپ نے پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے دورِامامت امام حسینؑ میں زندگی کے ابتدائی ایام گزارے۔ اگرچہ زندگی کا یہ

حصہ آپ کے لئے نہایت درجہ تلخ تھا لیکن یہیں سے آپ کو اپنے خاندان اور خود اپنے مستقبل میں دنیادار ظالم و جابر حکام کے برتاؤ اور رویّہ کا علم بھی ہو گیا تھا کہ جب ظالم نے میرے دادا، جو آغوش رسالت کے پروردہ تھے، کے ساتھ یہ برتاؤ کیا تو پھر میرے ساتھ اُن کا کیا برتاؤ ہو گا۔

امام محمد باقرؑ، دورِ امامت امام زین العابدینؑ میں:

اِس کے بعد دورِ امامتِ امام زین العابدینؑ کا آغاز آپ نے ایسے حالات اور ایسے ہنگامہ میں مشاہدہ فرمایا کہ ایک طرف شہادتِ حسینیؑ کی صدائیں فضا میں گونج رہی تھیں تو دوسری جانب خیمے لُٹ رہے تھے، اسباب چھن رہا تھا، بیبیاں بے پردہ کی جا رہی تھیں، خیموں سے دھواں اُٹھ رہا تھا اور امامِ وقت اسیر کئے جا رہے تھے۔ اور پھر کربلا سے کوفہ، کوفہ سے شام تک کے تمام مصائب امامِ وقت پر ڈھائے جاتے رہے اور آپ اپنا مستقبل اُن مصائب کے درمیان دیکھتے رہے۔

جب قیدِ شام سے رہائی پا کر اہلِ حرم مدینہ واپس آئے تو اب آپ نے امامِ وقت، امام زین العابدینؑ کا ایک نیا انداز تبلیغ و ترویج و تحفظ دین و شریعت دیکھا کہ امامؑ نہ قیام فرما رہے ہیں، نہ سیاست میں حصہ لے رہے ہیں، نہ لوگوں سے بدلہ لینے یا ساتھ دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور نہ ہی کوئی انتقامی کارروائی کر رہے ہیں، بلکہ دشمن سے ایک نئے انداز میں بدلہ لے رہے ہیں کہ خاموشی کے ساتھ یا تو مصلّے پر

تاریخ وسیرتِ مرسلِ اعظم
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نامِ نامی	: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کُنّیت	: ابوالقاسم
القاب	: حبیب اللہ، خاتم المرسلین، مرسل اعظم وغیرہ
والد محترم	: عبداللہ بن عبدالمطّلب (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: آمنہ بنت وہب (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۱۷ ربیع الاول سن ۱ عام الفیل، مکۂ مکرمہ
بعثت	: ۲۷ رجب المرجب سن ۴۰ عام الفیل، غارِ حرا، مکہ
تاریخ وفات	: ۲۸ صفر المظفر ۱۱ھ، مدینۂ منورہ
کُل عمر	: ۶۳ سال، ۱۱ ماہ، ۱۱ دن
مدفن	: حجرۂ بیت، مدینۂ منورہ

بیٹھ کر دعاؤں کے ذریعہ اصلاح و تربیت اور تبلیغ و ترویج کا فریضہ انجام دے رہے ہیں یا کربلا والوں کی مصیبتوں پر گریہ کر کے حق و باطل کی شناخت کروا رہے ہیں۔ یہ وہ انداز تبلیغ و تحفظ دین تھا کہ جس کا اندازہ دشمن تک نہ کر سکا اور امام کا فریضۂ منصبی بھی ادا ہوتا رہا۔ امام محمد باقر علیہ السلام بھی اس عرصہ میں مستقبل کے برنامہ مرتب کرتے رہے اور لوگوں کو ابھی سے مسائل شریعت اور اُن کی گُتھیوں کو سمجھنے کی دعوت دیا کرتے تھے، اکثر اوقات آپ لوگوں سے ایسے سوالات کرتے جن کا ذکر قرآن و حدیث میں ہوتا مگر لوگ اُن کی دسترس سے قاصر ہوتے اور پھر آپ انھیں اُن مسائل سے آگاہ کرتے۔ اور سیاسی مسائل کا حل بھی علمی طریقہ سے نکالتے تھے کہ لوگ انھیں بھی علمی سمجھ کر متوجہ نہ ہوں اور تبلیغ دین کا کام ہوتا رہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائے جوانی سے ہی انتہائی ذہین، علمی مسائل میں سنجیدہ، مسئلہ فہم اور علمی تشریح، تدقیق و تبیین میں ماہر سمجھے جانے لگے تھے اور اکثر بڑے بڑے علماء بھی آپ کے سامنے علمی مسائل کی تشریح میں بونے نظر آتے تھے۔

امام محمد باقرؑ کا نوجوانی میں عظیم ترین کارنامہ:

یہی وجہ تھی کہ صرف اٹھارہ برس کی عمر میں ہی ۷۵ھ میں جب روم والوں نے مسلمان ممالک میں رائج سکّوں کے ذریعہ عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی اور بادشاہِ وقت عبدالملک نے اُس پر کلمۂ لا الٰہ الا اللہ لکھنا چاہا اور اس سلسلہ میں رشوت

بھی دینا چاہی تو روم کے عیسائی بادشاہ نے اپنے سفیر کے ذریعہ دھمکایا کہ اگر ایسا کیا گیا تو ہم رسول اللہ ؐ کی شان میں گالیاں لکھ کر تمام مملکت میں وہ سکے رائج کر دیں گے، جس پر بادشاہ کے ہوش اُڑ گئے کہ اب کیا کرے؟ بات امام باقر علیہ السلام تک پہونچی تو آپ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ سفیر روم کو روکے رکھا جائے اور واپس نہ جانے دیا جائے اور اپنے سکہ ڈھلوا کر ایک طرف لا الٰہ الا اللہ اور دوسری طرف محمدؐ رسول اللہ لکھوا کر ساری مملکت میں رائج کر دیا جائے۔ جب ایسا کر لیا گیا تو اِس نئے اسلامی سکے کو ساری حکومت میں رائج کر کے سفیر روم کو واپس کر دیا گیا کہ جا کر بادشاہِ روم سے بتا دینا کہ ہمارے سکے بازار میں رائج ہو چکے ہیں اور اب ہم تمہارے سکوں میں تجارت نہیں کر رہے اور نہ ہی ہمیں تمہارے سکوں کی ضرورت ہے۔ یہ جان کر بادشاہِ روم مغلوب ہو گیا اور اسلام کی آبرو بھی رہ گئی اور آپ نے اپنا علمی و حکمتی وقار بھی دنیا پر روشن کر دیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا دورِ امامت:

امام محمد باقر علیہ السلام کا مستقبل کی انھیں برنامہ سازیوں میں وقت گزرتا رہا لیکن دنیادار حُکام سے انکی دینداری اور خاموشی بھی برداشت نہ ہو سکی اور ولید بن عبدالملک نے ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ کو آپ کے والد کو زہر دے کر اُن کی شمع حیات گُل کر دی۔ اور اب یہاں سے تقریباً اُنیس برس کا عرصہ آپ کا دورِ امامت ہے جس

کی مقدمہ سازی آپ پہلے ہی سے دنیا والوں کے سامنے پیش کرتے رہے تھے جس کی بنا پر امام زین العابدینؑ کی شہادت کے بعد حکومتوں کو آپ کی کوئی فکر ہی نہ ہوئی کیونکہ آپ پہلے ہی سے صرف علمی انسان کی حیثیت سے مشہور ہو چکے تھے اور ہر ایک جانتا تھا کہ مسائلِ شریعت کی تبیین وتشریح وتوضیح کے علاوہ آپ کا کوئی مشغلہ نہیں ہے۔ آپ نے اِس کا فائدہ اُٹھایا، مسجدِ نبوی میں مسندِ علمی سج گئی، علمی بیانات شروع ہو گئے، عوام وخواص جمع ہونے لگے، شاگردوں کی تعداد بڑھنے لگی، عوامی حلقوں میں بھی علمی مذاکرات اور بحثیں سنائی دینے لگیں، لوگ اپنی زندگی مسائل شرعی کے مطابق گزارنے لگے اور اِس کی گونج حجاز سے نکل کر مصر، شام وعراق اور دوسرے ممالک تک پہونچی اور شاگردوں کی تعداد اکائیوں، دہائیوں اور سیکڑوں سے تجاوز کر کے ہزاروں میں پہونچ گئی اور ہر طرف قال الباقر، رُوِیَ عن الباقر اور سمع من الباقر کی آواز سنائی دینے لگی اور اب دشمن کی آنکھ کُھلی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ علمی انقلاب ہماری حکومت کو اپنے سیلاب میں بہا لے جائے، مگر اب دیر ہو چکی تھی اور دشمن اب اس علمی طوفان اور حکمتی سیلاب کو روکنے پر قادر نہ رہ گیا تھا جس کے نتیجہ میں ہشام بن عبدالملک ملعون نے مدینہ میں ۷/ ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو زہر دیکر شہید کر دیا۔ آپ کو اللہ نے سات اولاد دی تھیں: امام جعفر صادقؑ، عبداللہ، ابراہیم، عبداللہ، علی، زینب اور ام سلمہ۔ اِن میں آپ کی اولاد امام صادقؑ سے آگے بڑھی۔

امام محمد باقرؑ کے معجزات و کرامات:

☆ بچپن میں مصلحت الٰہی کی بنا پر ایک مرتبہ آپ کنویں میں گر گئے اور جب نکالے گئے تو لباس بھی تر نہ تھا، گویا آپ نے ظاہر کر دیا کہ امامؑ کا اختیار خشک و تر دونوں پر ہوتا ہے۔

☆ جس رسولؐ پر دنیا سلام بھیجنا اپنے لئے باعثِ شرف سمجھتی ہے اُس رسولؐ نے جناب جابر ابن عبداللہ انصاری سے سلام کہلوایا تھا، جس سے ظاہر ہو گیا کہ امامؑ پر سلام بھیجنا سنّت رسولؐ ہے۔

☆ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا، کنیز گئی تو اُس نے اُسکی طرف ہاتھ بڑھانا ہی چاہا تھا کہ آپ نے اندر ہی سے آواز دی: خبردار! دیوار ہمارے درمیان پردہ نہیں بنتی۔ (اے کاش ہمیں بھی اِس کا یقین ہو جائے)

☆ ایک شخص نے بال سفید ہو جانے کا شکوہ کیا تو اُسکے سَر پر ہاتھ پھیر دیا اور بال سیاہ ہو گئے۔ (حقیر نے اِس معجزہ کو نظم کیا ہے جو میرے مجموعہ ''احسانِ کلیم'' میں موجود ہے)

☆ آپ کے ایک صحابی ابو بصیر، نابینا تھے، انھوں نے بصارت کی درخواست کی، آپ نے آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا اور بصارت آ گئی۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے اقوال زرّیں:

☆ بہترین ملاوٹ یہ ہے کہ علم کو حلم (برداشت) کے ساتھ ملایا جائے۔

☆ جو اپنے آپ کو نصیحت نہ کر سکے اُس کی نصیحت دوسروں پر اثر نہ کریگی۔

☆ جس عالم کے علم سے فائدہ اُٹھایا جائے وہ ستّر ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔

☆ عالم کو صدقہ دینا سات ہزار گُنا ثواب رکھتا ہے۔

☆ حیا اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھی ہیں کہ ایک چلا گیا تو دوسرا بھی رخصت ہو جائے گا۔

☆ صبح سویرے صدقہ دینا شیطان و سلطان (ظالم بادشاہ) دونوں کے شر سے بچاتا ہے۔

☆ واللہ ہمارا شیعہ وہ نہیں ہے جو خدا کی اطاعت نہ کرے اور تقویٰ اختیار نہ کرے۔

سوالات:

۱۔امام محمد باقرؑ نے کن ائمہؑ کا دَور نہیں دیکھا اور کن ائمہؑ کے ساتھ رہے؟

۲۔امام محمد باقرؑ کا والد کی حیات میں کیا مشغلہ تھا؟

۳۔امام محمد باقرؑ کی نوجوانی کا کارنامہ لکھئے؟

۴۔امام محمد باقرؑ کے دو معجزات وکرامات لکھئے؟

۵۔امام محمد باقرؑ پانچ اقوال زریں تحریر کیجئے؟

تاریخ وسیرتِ صادق آل محمد

حضرت امام جعفر بن محمد علیہما السلام

نام نامی	: جعفر (علیہ الصلواۃ والسلام)
کنّیت	: ابوعبداللہ
القاب	: صابر، فاضل، صادق وغیرہ
والد محترم	: امام محمد بن علی (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: ام فروہ (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۱۷ر ربیع الاول ۸۳ھ، مدینہ منورہ
آغاز امامت	: ۷ر ذی الحجہ ۱۱۴ھ
تاریخ ومقام شہادت	: ۲۵ر شوال المکرّم ۱۴۸ھ، مدینہ منورہ
قاتل (ملعون)	: منصور دوانقی
کُل عمر	: ۶۵ ر سال، ۷ ر ماہ، ۸ ر دن
مدفن	: قبرستان جنت البقیع، مدینۂ منورہ

تاریخ وسیرتِ صادق آلِ محمد

حضرت امام جعفر بن محمد علیہما السلام

(۱)

ماہِ ربیع الاول ۸۳ھ کی ۱۷ر تاریخ تھی جب آسمان عصمت پر دوسرا ''آفتاب صداقت'' طلوع ہو رہا تھا کہ اُسی تاریخ کو آج سے تقریباً ۱۳۵ر سال پہلے حضور نبی کریمؐ کی شکل میں پہلا ''آفتاب صداقت'' طلوع ہوا تھا۔ اور یہ مطابقت ہونا بھی چاہئے تھی اللہ صادق کا دینِ صادق، نبیؐ صادقؐ کے ذریعہ سے آیا تو پھر اُس کی تشریح و توضیح و تفصیل بھی امام صادقؑ کے ذریعہ ہی ہو۔ اسی لئے شاید اللہ نے یہ تاریخ ''صادقین'' کی آمد کے لئے منتخب فرمائی تھی۔ اور شاید بعد میں امام علی نقیؑ نے سال کے چار اہم ترین روزوں کی تاریخوں میں ۱۷ر ربیع الاول کی تاریخ کا ذکر بھی اسی لئے فرمایا ہو۔

بچے کا نام ''جعفر'' رکھا گیا جو تاریخ امامت میں پہلی مرتبہ انتخاب ہوا کہ اس سے پہلے کسی امام کا نام جعفر نہیں رکھا گیا تھا۔ جعفر کے معنی نہر کے ہیں اور جنت میں

ایک وسیع نہر کا نام بھی جعفر ہے کہ شاید یہ اشارہ ہو کہ وسیع دریاؤں کی طرح ان کے علوم وکمالات بھی نہایت ہی وسیع ہونگے۔ کنیت ''ابو عبد اللہ'' قرار پائی اور القاب میں صابر اور فاضل وغیرہ بھی تھے لیکن سب سے زیادہ شہرت ''صادق'' کو ملی جس کا ذکر رسول اللہؐ کی حدیث میں بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرا ایک جانشین ''صادق'' ہوگا۔ اور شاید انھیں جعفر صادقؑ اسلئے بھی کہا گیا ہو کہ بعد میں آنے والے جعفر ''کذّاب'' سے اشتباہ نہ ہونے پائے۔

امام جعفر صادقؑ کے آباء واجداد:

آپ کے والد: امام محمد باقرؑ، دادا: امام زین العابدینؑ اور پر دادا: امام حسینؑ تھے۔ دوسری طرف آپکی والدہ: جناب اُم فروہ، نانا: جناب قاسم، پرنانا: جناب محمد بن ابی بکر۔ جناب اُم فروہ کی پرورش جناب قاسمؒ کی آغوش میں ہوئی جو مدینہ کے سات عظیم فقیہوں میں سے ایک تھے اور جنھیں جناب محمد بن ابی بکر نے پالا تھا کہ جن کے بارے میں امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ ''محمد، ابو بکر کی نسل میں میرے بیٹے کی طرح ہے''۔

آپ کے آباء واجداد سب معصوم تھے لہٰذا اُن کے بارے میں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی والدہ کی علمی صلاحیت کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حجر اسود کو بائیں ہاتھ سے مَس کیا، جس پر کسی نے اعتراض کیا

تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ ''اِنَّا لَاَغْنِیَاءٌ مِنْ عِلْمِکَ'' ہمارے گھرانے والے تمہارے علم سے بے نیاز ہیں۔ اور آپ خود فرماتی ہیں کہ یہ بچہ جب میرے شکم میں تھا تو برابر مجھ سے کلام کیا کرتا تھا اور ولادت کے بعد سب سے پہلے زبان پر کلمۂ شہادتین جاری کیا گویا پھر ظاہر ہو گیا کہ امامؑ علم لیکر آتا ہے، آ کر علم نہیں حاصل کرتا۔

امام جعفر صادقؑ اور بادشاہان وقت:

آپ کو اپنی زندگانی میں جن ظالم بادشاہوں کا سامنا کرنا پڑا وہ یہ تھے:

۸۶ھ تک عبد الملک بن مروان، ۹۶ھ تک ولید بن عبد الملک، ۹۶ھ میں ہی سلیمان بن عبد الملک، ۱۰۰ھ تک عمر بن عبد العزیز، ۱۰۵ھ تک یزید بن عبد الملک، ۱۲۵ھ تک ہشام بن عبد الملک، ۱۲۶ھ تک یزید ناقص، ۱۲۶ھ میں ہی ابراہیم بن ولید، ۱۳۲ھ تک مروان الحمار (حمار یعنی گدھا)، یہ بنی امیہ کا آخری بادشاہ تھا اور اِس کے بعد حکومت بنی عباس نے چھین لی اور بنی عباس کی حکومت کے سلسلہ میں ۱۳۶ھ تک ابو العباس السفاح اور اُس کے بعد ۱۵۸ھ تک منصور دوانقی کی حکومت رہی جس ملعون نے ۲۵ر شوال ۱۴۸ھ کو امام صادقؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

امام جعفر صادقؑ کے عہد کے بادشاہوں کے سیاہ کارنامے:

ان ظالم و جابر اور بے دین ''خلفاء مسلمین'' بادشاہوں کے کارنامہ تاریخ

تاریخ وسیرتِ مرسل اعظم
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

عرب کی تاریخ جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے اور مکہ مکرمہ کی باقاعدہ تاریخ کا بھی آغاز انھیں اور انکے فرزند جناب اسماعیل ذبیح علیہ السلام کی تاریخ سے ہوتا ہے جب حکم خداوندی سے وہ اپنی زوجہ جناب ہاجرہ اور بیٹے کو لانے کے بعد مکہ میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اوراس کے بعد ہر دور میں مکہ انبیاء ومرسلین کی سرزمین رہی یہاں تک کہ کائنات کا عظیم ترین سلسلہ جو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے چلکر ہر دور میں موحدین و اسلام پرستوں سے گزرتا ہوا جناب ہاشمؒ اور پھر جناب عبدالمطلبؒ تک پہونچتا ہے۔

جناب عبدالمطلبؒ جنھیں بعد میں رسول اسلامؐ کے دادا ہونے کا شرف حاصل ہوا اُس عظیم درجہ ایمان پر فائز تھے کہ جب ابرہہ بادشاہ نے یہ طے کیا کہ خانۂ کعبہ کو گرادیا جائے تاکہ اسکے بنائے ہوئے گھر کی پوجا کی جانے لگے، اوراس

نے یوں محفوظ کئے ہیں کہ:

☆ ولید بن عبدالملک نے اپنی ہی بیٹی سے زنا کیا اور کسی نے اعتراض کیا تو جواب دیا کہ جو لوگوں کی ملامت سے ڈرتا ہے وہ اپنا مقصود نہیں حاصل کر پاتا۔

☆ ولید نے اذان کی آواز سنی اور اپنی کنیز کے ساتھ جماع میں مصروف ہو گیا، لوگ نماز کے لئے بُلانے آئے تو اُسی کنیز کو اپنا لباس پہنا کر نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیا اور مسلمانوں نے ''خضوع وخشوع'' کے ساتھ اُس کے پیچھے نماز پڑھ لی اور تاریخ پھر دُہرا گئی کہ نہ انھیں عورت و مرد میں تمیز ہے اور نہ اونٹ واونٹنی میں۔

☆ ولید نے کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پینے کا منصوبہ بنایا تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ جب کعبہ کی عزت محفوظ نہیں تو کوئی بھی میرے سامنے محفوظ نہیں رہے گا۔

☆ اسی ولید نے جنگ پر جانے کے لئے قرآن سے فال نکالی اور آیت برخلاف نکل آئی تو قرآن کو تیروں سے چھلنی کر ڈالا اور کہا کہ جا کر اپنے خدا سے بتا دینا کہ مجھے ولید نے پارہ پارہ کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

امام جعفر صادقؑ، عہد امام سجادؑ وامام باقرؑ میں:

امام جعفر صادق علیہ السلام کی حیاتِ طیّبہ کا اگر سرسری تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی ابتدائی عمر کے تقریباً بارہ برس اپنے دادا امام سجادؑ کی سرپرستی میں گزارے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں دشمن کا حسد، کینہ، دشمنی و دسیسہ

کاری اپنے شباب پر ہے اور امام سجادؑ انتہائی خاموشی سے تبلیغ و تحفظِ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور لوگوں کو عبادت و دعا اور گریہ و ماتم کے ذریعہ سے حق و باطل میں شناخت پیدا کرا رہے ہیں۔ اور بالآخر ظالم حکومت اسے بھی برداشت نہ کر سکی اور امام صادقؑ کے بچپن میں ہی زہر دے کر امام سجادؑ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا اور آپ اپنے والد اور دیگر خاندان والوں کے ساتھ رضائے حق پر راضی رہے۔

اِس کے بعد تقریباً اُنّیس برس کا طویل عرصہ آپ نے اپنے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے عہدِ امامت میں گزارا۔ یہ زمانہ وہ تھا جس میں امام باقرؑ انتہائی خاموشی اور دنیادار سیاسی سرگرمیوں سے دور قرآن کریم اور احادیث و سنن کی تبیین و تشریح کا کام انجام دے رہے تھے۔ امام صادقؑ نے آنکھ کھولتے ہی جو گھر کا ماحول دیکھا تھا وہ یہی تھا کہ دادا اور والد دونوں صرف تبلیغ و تحفظ دین و شریعت میں مصروفِ عمل ہیں اور اکثر آپ بھی اُن مباحث میں شریک ہوتے تھے بلکہ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوگ امام باقرؑ سے سوال کرنے یا کسی علمی گُتھی کو سلجھانے کے لئے آتے تو آپ انھیں اپنے فرزند امام صادقؑ کے حوالے کر دیتے اور یہ بالکل اسی انداز سے انھیں جوابات دیتے اور وہ سب مطمئن ہو کر واپس جاتے تھے۔

اب امام باقرؑ کا دور، عہدِ علم و حکمت تھا جہاں ہر طرف علمی مباحث، سوالات و جوابات، تشریح و تفسیر، تجزیہ و ترکیب اور اجتہاد و استنباط کی تدریس و تعلیم

اور تزئین و تربیت کا سلسلہ جاری تھا۔ مدینۂ منورہ میں مسجد نبوی کی حیثیت اب بے جان رکوع و سجدہ کی جانماز سے بڑھ کر روحِ عبادات کی تلاش اور جانِ شریعت، ولایت اہلبیتؑ کی تربیت گاہ کی ہوگئی تھی۔ جہاں اپنے والد کے ساتھ امام صادقؑ بھی درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے بلکہ اگر موجودہ دنیا کی اصطلاح میں کہا جائے تو اگر امام باقر علیہ السلام اِس الٰہی یونیورسٹی کے چانسلر تھے تو امام صادقؑ کی حیثیت وائس چانسلر کی تھی۔ اور یہ عہدے صرف زبانی یا تشریفاتی نہیں تھے بلکہ یہ دونوں حضرات تعمیر دین و شریعت کے وہ معمار تھے کہ جن کے شاگردوں میں وہ علمی قابلیت پیدا ہوگئی کہ اگر وہ اسے برداشت نہ کر سکے تو خود کو ''امام اعظم'' کہلانے لگے اور اگر اُن کے ماننے والے اُس مقام علم تک نہ پہونچ سکے تو امامؑ کے ہوتے ہوئے ''اسماعیل'' کو امام گردانںے لگے۔ لیکن جو اِس دسترخوان علم کے حقیقی خوشہ چین تھے اُن میں کوئی ''زرارہ'' بنا تو کوئی ''ابو بصیر''، کوئی ''مسلم ثقفی'' ہوا تو کوئی ''جعفر جعفی''۔

اور اس طرح امام صادقؑ کی زندگی آگے بڑھتی رہی، یہاں تک کہ دشمن کو امام باقرؑ کا سکوت و خاموشی اور علم و خرد بھی برداشت نہ ہوا اور ہشام بن عبد الملک نے ۷/ ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو اُنھیں زہر سے شہید کر دیا اور اب داغ یتیمی کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کا دورِ امامت شروع ہوتا ہے، جس کا ذکر آئندہ ہوگا۔

سوالات:

۱۔امام جعفر صادق علیہ السلام کا تاریخ وسن ومقام ولادت لکھئے؟

۲۔امام جعفر صادق علیہ السلام کا ننہیال اور ددھیال بتائیے؟

۳۔امام جعفر صادق علیہ السلام کے حکامِ زمانہ کے دو سیاہ کارنامے لکھئے؟

۴۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام سجادؑ کے ساتھ کتنا عرصہ گزارا اور اُس زمانہ میں بیشتر آپ کی کیا سرگرمیاں تھیں؟

۵۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد کے دورِ امامت میں اُن کے ساتھ کس سرگرمی میں بھرپور حصہ لیا؟

تاریخ وسیرتِ صادق آلِ محمد

حضرت امام جعفر بن محمد علیہما السلام

(۲)

عصمت وامامت کی تاریخ بھی اِس بات کی گواہ ہے کہ ہر دور میں اُس نے ایسے کارنامے انجام دئے ہیں جو عام انسانوں کی حدِ پرواز سے بالاتر تھے اور جسے کوئی عام انسان انجام دے ہی نہیں سکتا ہے۔ جس کی بہترین مثال خود دین اسلام کو بچانے، عام کرنے، اسے مزید واضح کرنے اور عوام سے روشناس کرانے کا کارنامہ ہی ہے کہ امام علیؑ کے دور میں دین کو مٹانے کی کوشش کی گئی تو اُنھوں نے جنگ جمل و صفین ونہروان کے ذریعہ حقیقی دین کو آمیزش اور تباہی سے بچائے رکھا، امام حسنؑ کے دور میں پھر وہی نوبت آئی تو انھوں نے قلمِ صلح کے وار سے شریعت کی بربادی کرنے والے کے ہاتھ قلم کردئے اور دنیا پر ظاہر ہوگیا کہ دین کا حکم کیا ہے اور ظالم کا منشاء اسلامی قوانین کے برخلاف ہے۔ امام حسینؑ کا دور آیا اور ظالم نے دین سے اپنی غلامی کی بیعت لینا چاہی تو امام حسینؑ اور اصحابِ حسینی نے ظلم کی اِس خواہش

بیعت کو کربلا کے میدان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔

امام سجادؑ نے گریہ وبکا اور نماز ودعا کے ذریعہ سے حقیقی دین پھیلانے کا کام اِس قدر انجام دیا کہ دنیا نے معنویات وروحانیات اور واہیات و مادیات کے فرق اور اِن دونوں کے نمائندوں کو اچھی طرح پہچان لیا اور ظالم کی آنکھ جب کھلی تو دنیا حقائق سے روشناس ہو چکی تھی۔ امام باقرؑ نے تعلیم وتدریس وتربیت کے ذریعہ سے ایسے شاگرد پیدا کر دئے کہ مدتوں ظالم اپنی جہالت کی پردہ پوشی کرتا رہا لیکن جہالت چھپانے میں کامیاب نہ ہوسکا اور امام صادقؑ نے بھی تعلیمی سرگرمیوں کے ذریعہ شریعتِ محمدی کو اتنا پھیلا، رائج کیا، عام کیا، اس کی گتھیوں کو سلجھایا اور اس کی باریکیوں کو واضح کیا کہ فقہ محمدی بالآخر ''فقہ جعفری'' کہی جانے لگی اور دشمن کے پاس سوائے اپنی جہالت کا ماتم کرنے اور اس پر پردہ ڈالنے کے لئے ظلم و جور، آمریت و بربریت کا سہارا لینے کے، کچھ نہ بچا تھا اور تاریخ نے سارے حقائق واضح کر کے اپنے دامن میں محفوظ کر لئے۔

ظلم و جور، مصائب ومظالم، آمریت و بربریت، قتل و غارت اور تباہی و بربادی کے خوف سے جسم تو اپنی طرف موڑے جاسکتے ہیں لیکن دل اور روح اُدھر ہی مڑتی ہے جہاں اُسے کمال نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے امام صادقؑ کے پاس نہ دولت تھی نہ سرمایہ، نہ تاج تھا نہ تخت، نہ حکومت تھی نہ شہنشاہیت، نہ سرمائے تھے نہ خزانے

اور نہ ہی فوج تھی نہ لشکر، اِس کے باوجود عوام وخواص کیا، ساری دنیا کے دِل اِنھیں کی جانب متوجہ تھے یہاں تک کہ جب خود دشمن بھی کسی علمی مشکل میں گرفتار ہوتا، تھا تو اِنھیں کا سہارا لیتا اور ایک آپ ایک باوقار علمی حیثیت کے اعتبار سے کبھی مسائل کا جواب دینے سے انکار نہ کرتے بلکہ صحیح اسلامی حل بیان کر کے اسلام کی حقانیت کا کلمہ خود دشمنِ اسلام سے پڑھوا لیتے تھے۔

امام جعفر صادقؑ کے علمی کارنامے:

☆ ایک مرتبہ منصور نے امامؑ کی تذلیل کے لئے ایک طبیب کو دربار میں بلا کر امامؑ کو بلوایا تا کہ وہ اپنے فن سے امامؑ کو رُسوا کرے۔ امام صادقؑ کو دیکھتے ہی اُس طبیب نے لن ترانیاں اور تقریریں شروع کردیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ میں تجھ سے زیادہ طب کے مسائل جانتا ہوں، مجھ پر رعب جمانے کی کوشش نہ کر، اُس نے پوچھا کہ آپ کیا جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ طب کا اصول یہ ہے کہ مرض کا علاج اُس کی ضد سے کرو، یعنی گرمی کا علاج سرد چیز سے کیا جائے اور سردی کا علاج گرم چیز سے، امراض کا مرکز معدہ ہے لہٰذا پہلے اُس کا علاج کیا جائے اور علاج سے بہتر، پرہیز کرنا ہے۔

اِس کے بعد آپ نے طبیب سے پوچھا کہ بتا کہ آنکھ میں آنسو، سر میں بال، پیشانی پر شکن، پلکیں اوپر کی طرف، ناک دونوں آنکھوں کے بیچ میں، آنکھیں

بادام جیسی، ناک کا سوراخ نیچے کی طرف، منہ پر دو ہونٹ، ہتھیلیاں بغیر بال کے اور مَردوں کے داڑھی (وغیرہ وغیرہ) کیوں ہے؟؟؟ یہ سوالات سُن کر طبیب ہندی مدہوش ہو گیا اور کہا کہ یہ اسرار ورموز تخلیق ہیں، یہ علم طب نہیں ہے اور انھیں صرف نمائندۂ خالق کائنات ہی بتا سکتا ہے لہٰذا اب آپ بتا بھی دیجئے اور امامؑ نے سارے جوابات بھی بتا دئے۔ جس سے واضح ہو گیا کہ کون نمائندۂ الٰہی ہے اور کون نمائندۂ شیطان۔

امام جعفر صادقؑ کے معجزات وکرامات:

☆ منصور دوانقی (کوڑی کوڑی پر مرنے والا) نے ایک مرتبہ امام صادقؑ کو (نعوذ باللہ) ذلیل کرنے کے لئے بہت سارے جادوگروں کو جمع کیا تاکہ وہ اپنے جادو سے امامؑ کو پریشان کر کے ذلیل کریں، جادوگروں نے اپنے جادو سے کچھ بدتمیزیاں کیں جس پر امامؑ کی نظر ایک قالین پر پڑی جس پر شیر نقش تھا، امامؑ نے قالین پر بنے ہوئے شیر کو خطاب کر کے کہا کہ تو دیکھ رہا ہے اور میری توہین ہو رہی ہے، یہ سنتے ہی شیرِ قالین، حقیقی شیر ہو کر جادوگروں پر حملہ کر دیتا ہے اور اُنھیں کھا لیتا ہے۔ منصور نے انھیں واپس زندہ کرنے کا مطالبہ کیا تو امامؑ نے فرمایا کہ اگر جناب موسیٰ نے جادوگروں کی رسّیوں کو واپس کر دیا ہوتا تو میں بھی واپس کر دیتا۔ یعنی میں وارثِ موسیٰ ہوں اور تو وارثِ فرعون ہے۔

☆ منصور نے ہی ایک مرتبہ سو جاہلوں کو دربار میں جمع کر کے امامؑ کو بلایا اور اُنھیں حکم دیا کہ امامؑ کے آتے ہی اُن پر حملہ کر دیں لیکن جیسے امامؑ تشریف لائے وہ سب کے سب قدموں پر گر پڑے اور اُس کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔

امام جعفر صادقؑ کی الٰہی سیاست:

☆ منصور نے ایک مرتبہ امامؑ سے پوچھا کہ آپ مجھ سے ڈرتے کیوں نہیں ہیں جبکہ ساری مملکت میرے ظلم وستم سے خوف کھاتی ہے؟ امامؑ نے فرمایا: مجھے تجھ سے اس لئے ڈر نہیں لگتا کیونکہ نہ میرے پاس دنیا ہے جس کے تیرے ذریعہ چھن جانے کا خوف ہو اور نہ تیرے پاس آخرت ہے جس کی مجھے لالچ ہو کہ تجھ سے مِل جائے گی۔ اور اِس طرح امامؑ نے ایک جملہ میں دنیاوی اور الٰہی سیاست کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔

امام جعفر صادقؑ کی حاضر جوابی:

☆ ایک مرتبہ منصور نے امام کو دربار میں بے عزت کرنے کے لئے بلایا، تبھی ایک مکھی بار بار آتی اور اُس کی ناک پر بیٹھ جاتی، جتنا ہٹاتا اُتنی ہی بار ناک پر بیٹھتی، منصور نے جھلّا کر کہا کہ نہ جانے اللہ نے مکھی کیوں پیدا کی ہے؟ امامؑ نے حاضر جوابی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے مکھی دنیا کے ظالم و جابر بادشاہوں کو ذلیل کرنے کے لئے پیدا کی ہے۔ یعنی جس کا ایک مکھی سے بس نہیں

چلتا وہ کس بات پر غرور کرتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ کے زرّیں اقوال:

☆ ہمیشہ دولت وطاقت میں کمتر والوں پر نگاہ رکھو کہ اِس سے قناعت بھی پیدا ہوتی ہے اور خدا کی بارگاہ سے زیادہ کا حق بھی پیدا ہوتا ہے۔

☆ یقین کے ساتھ کم عمل بھی بے یقینی کے زیادہ عمل سے بہتر ہے۔

☆ بہترین زندگی کے لئے ضروری ہے کہ رات میں سونا اور دن میں باتیں کم کرو۔

☆ ابلیس کے پاس غصہ اور عورت سے زیادہ طاقتور کوئی لشکر نہیں ہے۔

☆ احتیاط میں سلامتی اور جلد بازی میں شرمندگی ہے۔

☆ ہم اہلبیتؑ اُن لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جو عاقل، بافہم، فقیہ، حلیم، خوش اخلاق، صابر، صادق اور باوفا ہوتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہ اور اِس جیسے لاتعداد علمی کمالات وفضائل ہی تھے جن کی بنا پر ظالم منصور دوانقی (ملعون) نے زہر دلوا کر آپ کی شمع حیات گل کروادی۔ اور ایک بار پھر ظاہر ہوگیا کہ تاریکی سے نور، ظلمت سے روشنی اور شیطانی نمائندے سے الٰہی نمائندوں کا وجود برداشت نہیں ہوتا۔ اور امامؑ ۶۵ سال کی عمر میں ۱۵ ر شوال یا ۲۵ ر شوال ۱۴۸ھ کو شہید ہوگئے۔ آپ کو آپکے فرزند امام موسیٰ کاظم

ارادے سے ہاتھیوں کا زبردست لشکر لیکر مکہ کے باہر پڑاؤ ڈال کر حالات کا جائزہ لینے کے لئے رُکا تو اُس کے فوجیوں نے لڑائی کی چھیڑ چھاڑ کے لئے جناب عبد المطلبؑ کی بھیڑیں بھی پکڑ لیں۔ آپ ابرہہ کے پاس گئے اور اُس سے اپنی بھیڑوں کو چھوڑنے کا مطالبہ کیا۔ اُس نے کہا کہ آپ خانۂ کعبہ کے متولی ہیں اور میں نے سمجھا تھا کہ آپ کعبہ بچانے کی تدبیر کے لئے آئے ہیں مگر آپ تو اتنی چھوٹی سی بات لیکر آئے ہیں۔ جناب عبد المطلبؑ نے تاریخ ساز ایمانی جواب دیتے ہوئے ابرہہ سے فرمایا کہ بھیڑوں کا مالک میں ہوں لہٰذا انھیں بچانے کی فکر مجھے ہے اور اُس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو اگر چاہے گا تو اپنے گھر کو بچالے گا۔ جس ایمانی مظاہرے کے نتیجہ میں اللہ نے ابابیلوں کے لشکر کے ذریعہ ابرہہ اور اسکے لشکر کو تباہ و برباد کر کے اُس کی داستانِ عبرت قرآن کریم میں محفوظ کر دی۔

اس سال کو تاریخ میں ''عام الفیل'' (ہاتھیوں کے لشکر کی تباہی کا سال) کے نام سے جانا جاتا ہے اور اسی سال کی ۱۷ ربیع الاول کو کائنات کی عظیم ترین شخصیت حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کی ولادت پر کائنات میں عجیب وغریب قسم کے واقعات پیش آئے جیسے آتشکدہ فارس جو ہزاروں سال سے روشن تھا اُسکی آگ بجھ گئی، دریائے ساوہ جس میں ہمیشہ پانی رہتا تھا خشک ہوگیا، قیصر (روم کے بادشاہ) اور کسریٰ (ایران کے بادشاہ) کے

علیہ السلام نے غسل وکفن ونماز کے بعد مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

آپ کی اولاد میں دس افراد کا ذکر کیا گیا ہے. امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، اسماعیل، عبداللہ، ام فروہ، اسحاق، محمد، عباس، علی، اسماء اور فاطمہ۔ اور آپ کی ازواج میں حمیدہ مصفاۃ کو امام کاظمؑ کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

سوالات:

۱۔ امام جعفر صادقؑ نے تبلیغ تحفظ دین کا کیا راستہ اختیار فرمایا؟

۲۔ امام جعفر صادقؑ کا ایک علمی کارنامہ ذکر کیجئے؟

۳۔ امام جعفر صادقؑ کی حاضر جوابی کی ایک مثال لکھئے؟

۴۔ مکھی اللہ نے کیوں پیدا کی، امامؑ کا ذکر شدہ سبب لکھئے؟

۵۔ امام جعفر صادقؑ کی تاریخ وسن ومقام شہادت ودفن لکھئے؟

تاریخ وسیرتِ کاظم الغیظ

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام

نامِ نامی	: موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
کُنّیت	: ابوالحسن
القاب	: کاظم، صابر، امین، باب الحوائج وغیرہ
والد محترم	: امام جعفر بن محمد (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: حمیدہ خاتون (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۷رصفر المظفر ۱۲۸ھ ، ابواء (درمیان مکہ ومدینہ)
آغاز امامت	: ۲۵رشوال المکرّم ۱۴۸ھ
تاریخ ومقام شہادت	: ۲۵ررجب المرجب ۱۸۳ھ ، بغداد
قاتل (ملعون)	: ہارون رشید
کُل عمر	: ۵۵رسال، ۵رماہ، ۱۸ردن
مدفن	: کاظمین ، عراق .

تاریخ وسیرتِ کاظم الغیظ

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام

(۱)

سن ۱۲۸ ہجری، ماہِ صفر کی ساتویں تاریخ تھی کہ اُفق عصمت پر نواں مہرِ عصمت اور آسمانِ امامت پر ساتواں آفتابِ امامت طلوع ہوا جس سے ایک بار پھر کائنات روشن ومنور ہوگئی۔ بچہ نے رسول اکرمؐ کی طرح ہی دنیا میں قدم رکھتے ہی ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر زبان مبارک سے کلمۂ شہادتین جاری کیا۔ آپ کے داہنے بازو پر ''تمّت کلمۃُ ربّک صدقاً وّ عدلاً'' کندہ تھا۔

<u>امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا نسب نامہ:</u>

آپ کے دادھیال میں آپ کے والد: جعفرؑ بن محمدؑ ہیں جو سلسلۂ امامت میں بھی دریائے علم اور جعفر العلوم کے لقب سے مشہور ہیں۔ دادا: محمدؑ بن علیؑ ہیں جو باقر علوم الاوّلین والآخرین ہیں اور رسول خداؐ کے بڑے نواسے (امام حسن علیہ السلام) کے نواسے اور چھوٹے نواسے (امام حسین علیہ السلام) کے پوتے ہیں۔ اُن

کے آباء کرام میں علی بن حسین، حسین بن علی اور پھر علی بن ابیطالب علیہم الصلوٰۃ و السلام ہیں جو سب کے سب علم و فضل، شرف و کمالات اور رفعت و امتیاز میں نہ صرف اپنے ادوار میں بلکہ ساری دنیائے انسانیت و آدمیت میں وہ درخشاں چہرے ہیں جن کی مثال خود ان کے گھرانوں کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتی۔

آپ کے ننہیال میں آپکی والدۂ گرامی جناب حمیدہ خاتون تھیں جو علم و فضل، طہارت و پاکیزگی، شرافت و متانت اور پابندیٔ شریعت کے اُس درجہ پر فائز تھیں کہ زمانۂ حمل کے بھی اُن اواخر میں جب عام عورتیں گھر سے نکلنے میں بھی تکلف برتتی ہیں اور ضروری کاموں کو بھی کسی نہ کسی بہانے سے ٹال دیتی ہیں، آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئیں اور فرائض و مناسکِ حج کی انجام دہی کے بعد اتنا عرصہ بھی باقی نہ تھا کہ آپ مدینہ منورہ اپنے گھر تک پہونچ سکتیں۔ راستہ میں ابواء نامی قریہ میں جب امام صادقؑ نے اپنا قافلہ روکا ہوا تھا تبھی آپ کو یہ خوشخبری دی گئی کہ اللہ نے انھیں نعمتِ فرزند سے نوازا ہے۔ آپ نے خبر سنتے ہی شکرِ پروردگار ادا کیا اور فرمایا کہ اس کا نام منشاء الٰہی سے ''موسیٰ'' طے کیا گیا ہے۔ شاید اس کا راز یہ ہو کہ چونکہ سلسلۂ نبوت میں ایک موسیٰ گزر چکے تھے جنھیں اللہ نے قرآن کریم میں ''غضبان'' (غصہ کرنے والا) کہکر یاد کیا ہے، تو سلسلۂ امامت میں بھی ایک موسیٰ آجائے جس کا لقب ''کاظم'' (غصہ کو برداشت کرنے والا) ہو، تا کہ موسیٰ کی ہیبت و

غضب دیکھنا ہو تو موسیٰ نبی کو دیکھ لیا جائے اور موسیٰ کا لطف و رحم دیکھنا ہو تو امام موسیٰؑ کو دیکھا لیا جائے۔

ظاہر سی بات ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی ولادت سے قبل امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہاں اور بھی اولاد تھیں اور اُن میں سے بڑے فرزند جناب اسماعیل تھے، جو نہایت درجہ صاحب علم و فضل تھے، جن کا انتقال بھی امام صادقؑ کی حیات میں ہی ہو گیا تھا، اور اس سبب سے بھی ہر نگاہ، امام صادقؑ کے اس فرزند پر متمرکز تھی کہ اگر وہ جو امام کے وَلدِ اکبر ہونے کا اعزاز رکھتے تھے، اس دنیا سے گزر گئے تو اب سلسلۂ امامت کے آگے بڑھانے کا فریضہ اس بیٹے کے ہی ذمہ ہو گا اور اِس جہت سے فرزند کوئی معمولی بچہ نہیں ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے القاب:

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے القاب میں عبد صالح، صابر، امین، اور باب الحوائج وغیرہ نہایت مشہور ہیں۔ ''باب الحوائج'' کے معنی حاجتوں کے پورا ہونے کا دروازہ ہے، اور یہ لقب آپ کو اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ روزِ اوّل سے آج تک تمام خواص و عوام میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جو دعا بھی آپ کے روضہ پر یا آپ کا حوالہ دیکر اللہ سے کی جاتی ہے اللہ اُسے رد نہیں کرتا ہے۔ اور آج تک آپ کے روضۂ مبارک پر حاجات طلب کرنے والوں کا جمع غفیر رہتا ہے اور ہر دَور میں آپ کی قبر

مبارک پر حاجت برآوری کے ایسے کرامات و معجزات نظر آتے رہے ہیں جو کسی دوسری جگہ یا نظر نہیں آتے یا کم ہی نظر آتے ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا بچپن:

آپ کے بچپن کے حالات میں ملتا ہے کہ جب آپ تقریباً تین برس کے تھے تو ایک روز جناب صفوان جمّال نے آپ کو اس حالت میں گھر سے نکلتے دیکھا کہ ہاتھوں میں بکری کے بچے کے کان تھے اور اس سے فرما رہے تھے "اُسْجُدِی لِرَبِّکِ" 'اپنے پروردگار کا سجدہ کر' کا تقاضہ کر رہے تھے۔ جس سے یہ واضح ہو گیا کہ الٰہی نمائندے انسان کیا جانوروں سے بھی اگر کوئی تقاضہ کرتے ہیں تو وہ عبادتِ الٰہی کا تقاضہ ہوتا ہے۔ صفوانؒ نے کہا کہ اگر آپ اس سے سجدہ کرا سکتے ہیں تو اسے مرنے کا حکم بھی دے سکتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ موت و حیات کا اختیار خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ اور یہ کہکر واضح کر دیا کہ بندے کو صرف اپنی بندگی پر نظر رکھنا چاہئے اور خدائی امور میں دخالت نہیں کرنا چاہئے۔

عمر مبارک جب پانچ برس تھی تو ایک روز جناب ابوحنیفہ، امام صادقؑ سے ملنے آئے اور مسئلہ جبر و اختیار دریافت کرنا چاہتے تھے جبکہ وہ خود جبر (جو کچھ بھی ہوتا ہے، وہ اللہ کرتا ہے اور بندہ اپنے کاموں میں بالکل مجبور ہے) کے قائل تھے۔ آپ نے مہمان نوازی کے تحت اُنکا استقبال کیا اور کہا کہ جو مسئلہ آپ کو درپیش ہے اس کی

تین صورتیں ہیں: کوئی کام بھی ہو، یا صرف خدا کرتا ہے تو گناہ کے نتیجہ میں، اُسے عذاب میں بھی شامل ہونا چاہئے، یا صرف بندہ کرتا ہے تو یہ آپ کے نظریہ کے خلاف ہے اور یا پھر کوئی بھی کام، خدا اور بندے دونوں کے اشتراک سے ہوتا ہے کہ خدا نے عقل و اختیار دیا ہے اور بندہ اپنے ارادہ و اختیار سے عمل انجام دیتا ہے۔ یہ سنکر وہ حضرت اپنی شکست پر نادم ہو گئے اور انتقام کا جذبہ لیکر روانہ ہو گئے۔

ایک اور موقع پر پھر جناب ابوحنیفہ، امام صادقؑ سے ملنے آئے اور اس بچہ کو دیکھتے ہی اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک عجیب و غریب سا اپنے مزاج سے ہم آہنگ سوال کر دیا کہ اگر کوئی مسافر آپ کے شہر میں آ جائے تو رفع حاجت کہاں کرے؟ آپ نے انتہائی اطمینان سے فرمایا: گھروں کی دیواروں کے پیچھے، لوگوں کی نگاہوں سے خود کو بچا کر، نہروں کے کناروں سے الگ، درختوں کے پھل گرنے کی جگہوں سے دور، مکانوں کے صحن چھوڑ کر، شاہراہوں اور راستے سے اجتناب کرتے ہوئے، مسجدوں کے باہر، قبلہ کا سامنا اور پیچھا نہ کرتے ہوئے اور اپنے کپڑوں کو بچا کر جہاں چاہے رفع حاجت کر لے۔ ابوحنیفہ اس جواب پر مبہوت ہو گئے اور اُن کے ساتھی عبداللہ بن مسلم نے کہا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اس گھر کے بچے بھی عام گھروں کے بچوں سے الگ ہوتے ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا دورِ امامت:

اسی طرح آپ کی زندگی اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ علمی ماحول میں گزرتی رہی یہانتک کہ ماہ شوال ۱۴۸ھ میں منصور دوانقی کے زہر سے آپ کے والد کی شہادت واقع ہوگئی۔اور یہاں سے آپ کی ظاہری امامت وقیادت کا دور شروع ہوتا ہے۔امام صادقؑ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ آپ کے قاتل کا آپکی اولاد و ازواج کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا چنانچہ امام صادقؑ نے اپنے اموال سے متعلق وصیت نامہ کے ذمہ داروں میں خود منصور کو بھی مقرر کردیا۔ چنانچہ منصور نے امام صادقؑ کی شہادت کے بعد حاکمِ مدینہ کو خط لکھا کہ امام صادقؑ کے وصی کو گرفتار کر کے قتل کردیا جائے تو اُس نے وصیت نامہ کو دیکھ کر منصور کو جواب لکھا کہ یہ کام میں نہیں کرسکتا کیونکہ امام صادقؑ کے وصیّوں میں خود تیرا نام بھی ہے۔

عہدِ امام موسیٰ کاظمؑ کے حکّام اور انکے سیاہ کارنامے:

منصور کے بعد حکومت اُسکی اولاد مہدی اور پھر ہادی کو ملی جو دونوں مِلا کر تقریباً گیارہ سال چلی اور پھر تختِ حکومت پر ہارون رشید بیٹھا جسے سیاست و مصلحت کے تحت علم دوست مشہور کیا گیا اگرچہ وہ نہایت ہی سادات دشمن اور عیاش و بے دین تھا جس کی بے دینی اور عیاشی کے کارناموں سے تاریخ کے صفحات سیاہ ہیں۔

ہارون نے اپنے باپ کے ساتھ رات گزار چکی کنیز کے ساتھ جماع کیا

اور سرکاری مفتی ، ابو یوسف نے یہ فتویٰ بھی دے دیا کہ وہ کنیز خود کو مدخولہ کہتی ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے مقام پر کنیز خرید کر فوراً جماع کرنا چاہا تو کسی نے اعتراض کیا کہ ایک حیض تک انتظار کرنا چاہئے، جس پر اس نے ایک لاکھ درہم دیکر ابو یوسف سے فتویٰ مانگا اور اس نے یہ کہہ دیا کہ اپنے بیٹے کو دیکر اس سے دوبارہ ہبہ کروالے کیونکہ یہ قانونِ خریداری ہے (کہ کنیز خریدی جائے تو ایک حیض تک انتظار کیا جائے) ، قانون ہبہ نہیں ہے۔ اس طرح ابو یوسف کو دولت کی لذت اور ہارون کو عورت کی لذت مل گئی اور قانون اسلام لذت عمل سے محروم رہ گیا۔

سادات دشمنی کا یہ عالم تھا کہ ۱۷۶ھ میں نفس زکیہ کے بھائی عبداللہ کو زندہ دیوار میں چنوادیا۔ طوس میں حمید بن قحبہ کو حکم دے کر ایک وقت میں ساٹھ سے زیادہ سادات کو قتل کروادیا۔

اہلبیتؑ دشمنی کا عالم یہ تھا کہ قبر امام حسینؑ پر جو بیری کا درخت تھا اُسے کٹوا دیا، جس بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ "بیری کاٹنے والے پر خدا لعنت کرے"۔

امام موسیٰ کاظمؑ کی سیاسی پالیسی اور حفظ مومن کی روش:

☆ ہارون نے علی بن یقطین سے وزیر بننے کا تقاضہ کیا جو اُنھیں پسند نہیں

تھا لیکن امام کاظمؑ نے اُنھیں حکم دیا کہ یہ عہدہ اس لئے قبول کرلیں تا کہ میرے چاہنے والوں کے کام آسکیں۔ چنانچہ اُنھوں نے قبول کرلیا اور ہارون کی یہ سمجھ غلط ثابت ہوئی کہ علی بن یقطین، حکومتِ وقت کے دشمن ہیں۔

☆ ایک مرتبہ لوگوں نے ہارون سے علیؒ بن یقطین کی شکایت کی کہ یہ اماموں کے طریقہ پر عمل کرتے ہیں۔امام کاظمؑ نے علیؒ سے کہا کہ اب وہ سر کا مسح اس طرح کریں کہ جیسے مخالفین کرتے ہیں، چنانچہ اُنھوں نے ویسے ہی وضو شروع کردیا اور پھر جب ہارون نے چھپ کر دیکھا تو اُسے اپنے ہی جیسا وضو نظر آیا، جس پر اس نے شکایت کرنے والے کو سزا دی اور امامؑ کی حکمت سے چاہنے والا محفوظ رہ گیا۔

امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد اور ان کا مختصر احوال:

ائمہ علیہم السلام میں اللہ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو کثرتِ اولاد عطا کی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ یہ صاحبِ کوثر کے گھرانے کے چشم و چراغ اور تفسیر کوثر کے مصداق تھے۔آپ کی اولاد کی تعداد میں اگرچہ قدرے اختلاف پایا جاتا ہے لیکن شیخ مفیدؒ نے انکی تعداد ۳۷ بتائی ہے جن میں ۱۸ فرزند اور ۷ا بیٹیاں تھیں۔

آپ کے فرزندوں کے نام اس طرح ہیں: حضرت امام علی رضا علیہ السلام، ابراہیم، عباس، قاسم، اسماعیل، جعفر، ہارون، حسن، احمد، محمد، حمزہ، عبد اللہ، اسحاق، عبید اللہ، زید، حسین، فضل اور سلیمان۔

ایوانوں میں زلزلے آگئے اور ان کے کنگرے ٹوٹ گئے (وغیرہ وغیرہ) جو اس بات کی نشاندہی کررہے تھے کہ آنے والا برائی کے خاتمے کا پیغام لیکر آرہا ہے۔

آپ کے والد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب تھے جن کو ایفائے نذر میں ذبح کرنا قرار پایا تھا لیکن بعد میں سو اونٹوں کے فدیہ کے ذریعہ انھیں بچالیا گیا اور ان کا انتقال حضورؐ کی ولادت سے چند ماہ قبل ہی ہوگیا تھا۔ آپ کی والدہ جناب آمنہ بنت وہب تھیں جن کا سلسلۂ نسب چند سلسلوں کے بعد جناب ہاشمؑ کے سلسلۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ یہ سب کے سب موحد اور دین حنیف اسلام پر تھے اور ان میں کسی نے کبھی بھی غیر خدا کے سامنے سجدہ نہیں کیا تھا۔

آپؐ ابھی تقریباً پانچ ہی برس کے تھے کہ آپکی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا اور اب آپ ماں باپ دونوں طرف سے یتیم ہو چکے تھے۔ کفالت کی ساری ذمہ داری دادا عبدالمطلبؑ نے اُٹھائی مگر دو برس بعد ہی وہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اس وقت سے زندگی کی آخری سانس تک آپ کی اور آپکے دین کی ساری حفاظت کی ذمہ داری جناب ابوطالبؑ نے اُٹھائی جس کا قرآن کریم نے یوں ذکر فرمایا کہ ''اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡماً فَاٰوٰی'' (کیا میں نے تمہیں جب یتیم پایا تو پناہ نہیں دی؟!)۔

آپکی زندگی کا خلاصہ یوں ذکر کیا جاسکتا ہے:

آپ کی بیٹیوں کے اسماء یہ ہیں: فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، رقیہ، حلیمہ، اُم ابیھا، تقیہ صغریٰ، کلثوم، اُم جعفر، لبانہ، زینب، خدیجہ، آمنہ، حسنہ، بریہہ، عباسہ، اُم سلمہ، میمونہ اور اُم کلثوم۔

آپ کی نسل کا سلسلہ تیرہ اولاد سے زیادہ چلا، پانچ کے کم اولاد تھی اور چار لاولد تھے۔ آپ کی نسل میں اللہ نے کثرت سے صاحبان علم و فضل و شرف و کمال پیدا کئے اور آج بھی اُفق علمی پر جو نام روشن و منور نظر آرہے ہیں ان میں بیشتر حضرات، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ہی اولاد میں سے ہیں۔ چنانچہ مؤلف نہج البلاغہ، سید رضیؒ، علم الہدیٰ سید مرتضیٰؒ جن کی قبریں کاظمین میں ہی ہیں سے لیکر رہبر انقلاب اسلامی ایران حضرت آقای خمینیؒ اور زعیم حوزۂ علمیہ نجف اشرف حضرت آقای خوئیؒ تک سبھی ان کی نسل کے علماء میں سے ہیں۔

آپ کی بیٹیوں میں جناب فاطمہ جو ''معصومۂ قم'' کے لقب سے مشہور ہیں، نہایت درجہ عظیم المرتبت اور عارفۂ امامت تھیں اور امام رضاؑ کی حفاظت و جستجو میں مدینہ سے نکلیں اور قم تک پہونچ کر فراق امامت میں دنیا سے رخصت ہوگئیں اور ان کا روضہ آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

خدا ہمیں بھی ان تمام مقامات مقدسہ کی زیارت کا شرف عنایت فرمائے۔

(حقیر طویل عرصہ تک معصومہؑ کے جوار میں رہ چکا ہے۔)

سوالات:

۱۔امام موسیٰ کاظمؑ کے دادھیال اور نانھیال کا مختصر ذکر کیجئے؟

۲۔امام موسیٰ کاظمؑ کے بچپن کے کوئی دو واقعات لکھئے؟

۳۔امام موسیٰ کاظمؑ کے عہد کے کسی بادشاہ کی کوئی ایک روسیاہی بیان کیجئے؟

۴۔امام موسیٰ کاظمؑ کی تعداد اولاد اور کسی پانچ بیٹوں و بیٹیوں کے نام لکھئے؟

۵۔جناب معصومہ قمؑ کون تھیں، انکی عظمت کی داستان مختصراً لکھئے؟

تاریخ وسیرت کاظم الغیظ

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام

(۲)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام چونکہ ایک ایسے دَور میں پیدا ہوئے جب کہ لوگ آپ کے بھائی جناب اسماعیل کی عظمت وجلالت اور علم وکمال کی بنیاد پر بڑی حد تک اُنھیں امام اور منصب ارشریعت سمجھنے لگے تھے۔ آپ کے والد امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُن کی زندگی میں بھی اور اُن کی موت کے وقت بھی لوگوں کو بار بار بتایا کہ اسماعیل امام نہیں ہیں بلکہ وہ صرف صاحبِ علم وکمال اور مالکِ فضل و شرف ہیں اور امامت کا عہدہ صرف کسی کی ذاتی صلاحیتوں کی بنا پر نہیں ملتا بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے یہ منصب اُسے عطا کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزِ اوّل ہی ابراہیم خلیل علیہ السلام سے یہ بات واضح کردی تھی کہ میرا عہدہ نااہل تک نہ پہونچے گا۔ اور صرف صاحبان علم وکمال ہی میرے عہدے کے لئے منتخب کئے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے متعدد مقامات پر آپ کی

امامت کی نشاندہی فرمائی اور لوگوں پر یہ واضح کرتے رہے کہ میرے بعد منصب امامتِ الٰہیہ میرے فرزند موسیٰ کاظمؑ کو عطا ہوا ہے لہٰذا میرے چاہنے والے میرے بعد انہیں کی اطاعت کریں اور انھیں کو اپنا امام تسلیم کریں۔ اور اسی بنا پر علماء و محققین اور صاحبان تاریخ و سیرت نے امام کاظمؑ کے سلسلہ میں مستقل ایک باب ''شواہد امامت'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔

شواہدِ امامتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:

☆ معتبر ترین صحابیٔ امام صادق علیہ السلام جناب مفضل بن عمر الجعفی نے امام صادقؑ سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد کون امام ہوگا جس کی امامت کا اعتراف اور جس کا اتباع کیا جائے؟ تو امامؑ نے جواب دیا: ''میرا فرزند موسیٰ''۔

☆ یزید بن سلیط جو صاحب علم و ورع تھے، اُنھوں نے سفرِ حج میں امام صادقؑ سے سوال کیا کہ یقیناً آپ امامؑ ہیں لیکن موت تو سب کے لئے ہے، تو اگر ایسا حادثہ پیش آجائے تو آپکے بعد ذمہ دار شریعت کون ہوگا؟ امام نے اپنے فرزند 'موسیٰ' کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسکے پاس علم، حکمت، فہم، سخاوت، معرفتِ احکام، حُسنِ اخلاق اور پڑوسیوں سے بہترین برتاؤ جیسی تمام خوبیاں ہیں، یہ بابِ رحمت ہیں اور ایک سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسی کی نسل میں اللہ اُس شخص کو پیدا کریگا جو اُمت کا مددگار، فریادرس، پرچمِ ہدایت، نورِ مجسم اور بہترین

انسان ہوگا (اور یہ سارے اشارے امام زمانہؑ کی طرف تھے)۔

☆ علی بن جعفر (جو، امام صادقؑ کے فرزند اور امام کاظمؑ کے بھائی ہیں) فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم نے چاہنے والوں کے ایک گروہ سے فرمایا کہ "میرے فرزند موسیٰ کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنا کہ وہ بہترین خلائق اور میرے بعد میرا جانشین ہے"۔

معجزات و کرامات امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:

☆ عیسیٰ مدائنی حج کے بعد مدینہ گئے اور وہاں قیام کے لئے گھر کرایہ پر لیکر رہنے لگے اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے یہاں آنا جانا شروع کر دیا۔ ایک روز رات میں امامؑ کے پاس حاضر تھے کہ بارش شروع ہوگئی تو امامؑ نے فرمایا جلدی گھر جاؤ کہ تمہارا گھر منہدم ہوگیا ہے، وہ دوڑ کر پہونچے تو لوگ منہدم ہو چکے گھر سے سامان باہر نکال رہے تھے۔ دوسرے دن پھر آئے تو امامؑ نے پوچھا کہ کوئی چیز گُم تو نہیں ہوئی؟ کہا کہ صرف ایک طشت نہیں ملا جو شاید نکالنے والوں نے کہیں گم کر دیا۔ امامؑ نے فرمایا کہ تم اُسے بیت الخلاء میں رکھ کر بھول گئے تھے اور وہ اب تمہارے گھر کے مالک کی لڑکی کے پاس ہے، جاؤ اور اُس سے دریافت کرو۔ عیسیٰ مدائنی نے جا کر پوچھا تو اُس لڑکی نے لا کر طشت واپس کر دیا اور عیسیٰ مدائنی پر امامؑ کا ایک اور معجزہ ظاہر ہوگیا۔

☆ ایک شخص کہتا ہے کہ علیؒ بن یقطین نے میرے ذریعہ کچھ سوالات روانہ کیۓ جنھیں میں نے لیجا کر امامؑ کو پیش کیا۔ امامؑ نے بغیر لفافہ کھولے ہوۓ آستین سے ایک لفافہ نکال کر مجھے دیا اور کہا کہ یہ علیؒ بن یقطین کو دے دینا کہ یہ اُنکے جوابات ہیں۔

☆ ابوحمزہ بطائنی کہتے ہیں کہ میں ایک بار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ سفرِ حج پر تھا کہ راستے میں ایک شیر نظر آیا اور اس نے امامؑ سے کچھ باتیں کیں جس کا امامؑ نے اُسی کی زبان میں جواب دیا اور وہ شیر چلا گیا۔ میں نے امامؑ سے اس کرامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی شیرنی کو کچھ تکلیف ہے جس کے بارے میں اُس نے دعا کی التماس کی تھی اور میں نے اس کے حق میں دعا کر دی تو وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔

جہادِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:

ائمہ اہلبیتؑ اگرچہ ظاہراً دنیاوی حکومت سے الگ اور بیزار نظر آۓ لیکن اسکی اہم ترین وجہ یہ تھی کہ وہ کسی باطل کی حاکمیت کے ماتحت یا اس کی تائید کرتے ہوۓ زندگی نہیں بسر کرنا چاہتے تھے کیونکہ اس سے باطل کی تائید ہوتی اور حق تباہ و برباد ہو جاتا۔ اور دنیاداروں نے اس طریقۂ زندگی کا یہ نتیجہ نکالا کہ گویا انھیں حکومت و سیاست سے کئی سروکار ہی نہیں ہے۔

ائمہ علیہم السلام کی ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری حکومتِ الٰہی کا قیام بھی تھا جس کی وہ ہمیشہ کوشش کیا کرتے تھے لیکن اسکے لئے وہ باطل کی حمایت یا اس کے تعاون سے حکومت حاصل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی ہر طرح کے جہاد کیۓ اور نیتجتاً زندگی کا ایک بڑا حصہ قیدخانوں میں بھی گزارنا پڑا۔

چونکہ جس زمانے میں امام موسیٰ کاظمؑ زندگی گزار رہے تھے، اُس زمانے میں تقریباً اُنھیں یقین تھا کہ وہ مستقل طور پر حکومتِ حق کی تشکیل نہیں کرسکتے بنابریں آپ نے اپنے جہاد کی شکل تبدیل فرمائی اور اس ذیل میں کچھ ایسے کارنامہ انجام دیۓ جو حکومت پاکر بھی آسانی سے نہیں کیۓ جاسکتے۔

جہاد کا لفظ جیسے ہی ہمارے سماج میں سنا جاتا ہے، سننے والے فوراً اس سے مراد حکومت کے حصول کے لئے لڑائی، جنگ یا ٹکراؤ وغیرہ سمجھتے ہیں جبکہ سمجھنے والی بات یہ ہے کہ جو لوگ حکومت حاصل بھی کرنا چاہتے ہیں اُنھیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ حکومت کا اصل مقصد کیا ہونا چاہئے۔ حکومت کا اصل کام، ملک اور عوام کا تحفظ اور اپنی سیاسی پالیسیوں کی کامیابی ہوتا ہے۔ امامؑ نے حکومت نہ ہوتے ہوۓ بھی اپنی الٰہی حکمتِ عملی کے ذریعہ یہ مقاصد اِس طرح سے حاصل کیۓ کہ جو سیاجی جنگ وجدال کے ذیعہ حاصل نہیں کیۓ جاسکتے ہیں۔ جس کی بعض مثالیں ذکر کی

جارہی ہیں:

☆ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک چاہنے والے تھے جن کا نام صفوانؓ تھا، ان کا کام اونٹوں کو کرائے پر دینا تھا جس کی وجہ سے انھیں ''صفوان جمال'' کہا جاتا تھا۔ ایک بار امامؑ نے صفوان سے پوچھا کہ سنا ہے تم نے بادشاہ وقت کو اونٹ کرائے پر دیے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، اس لئے کہ وہ سفرِ حج پر جارہا تھا۔ امامؑ نے کہا: کیا تمہیں یہ خواہش نہیں رہتی کہ جب تک وہ واپس نہ آئے جائے، زندہ وسلامت رہے تاکہ تمہیں تمہارا کرایہ مل سکے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، ایسا تو ہے۔ امامؑ نے فرمایا: کیا ظالم کی زندگی کی تمنا کی جاسکتی ہے؟ کہا: نہیں۔ اور پھر اُنھوں نے سارے اونٹ فروخت کردئے۔ اور اس طرح ظالم حکومت کی تکمیل خواہش کو مشکل تر بنا کر حکومتِ حق کی راہ ہموار فرمائی۔

☆ علیؓ بن یقطین جو امامؑ کے چاہنے والے تھے اُنھیں حکومت نے وزیر بننے کی پیشکش کی جسے انھوں نے ٹھکرادیا اور امامؑ نے اُنھیں وہ عہدہ قبول کرلینے کو کہا تاکہ اُن کے چاہنے والوں کے حکومتی کاموں میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔

☆ اپنے اصحاب کو حکومت کے ہر تعاون سے باز رکھتے تھے تاکہ حکومت اپنی کامیابی میں مشکلات میں مبتلاء رہے اور عوام کو حکومتِ الٰہی کی ضرورت کا اندازہ ہوتا رہے۔

☆ حج کے موقع پر مسجد الحرام میں بیٹھ کر عوام کے تمام مسائل کا جواب دیا کرتے تھے تا کہ عوام کو ان کے علم اور حکومت کی جہالت کا اندازہ ہوتا رہے۔ چنانچہ اس ذیل میں آپ کے متعدد علمی کارنامہ اور مناظرہ تاریخ میں محفوظ ہیں۔

☆ جہاد باللسان کا ایک اور مظاہرہ آپ نے تب کیا جب قبر پیغمبرؐ پر پہونچ کر بادشاہ نے اپنی رشتہ داری کا اظہار کرنے کے لئے قبر سے ''اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا ابنَ العَمِّ ''اے چچا کے فرزند آپ پر سلام ہو، کہکر خطاب کیا۔ امامؑ نے فوراً ''اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا اَبَةِ ''سلام ہو آپ پر اے میرے پدر گرامی، خطاب کر کے ظاہر کر دیا کہ اگر تو انھیں چچا کا بیٹا سمجھتا ہے تو یہ میرے آباء میں سے ہیں اور باپ، بہر حال چچا سے قریب تر ہوتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت:

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو کل تقریباً ۵۵ برس کی عمر نصیب ہوئی جس میں تقریباً ۱۴ برس آپ نے قید و بند میں گزارے۔ قید خانہ میں زندگی گزارنا اگرچہ انتہائی سخت مرحلہ ہوتا ہے لیکن امامؑ نے اس کا بھی بھرپور فائدہ اُٹھایا اور اس دور میں مسلسل عبادتِ پروردگار میں مشغول رہا کرتے تھے یہانتک کہ حاکم نے قید خانوں کے ذمہ داروں سے جب سختیاں کرنے کا مطالبہ کیا تو اُنھوں نے بھی کہا کہ یہ بندۂ خدا ہمیشہ عبادتوں اور سجدوں میں اِس قدر مشغول رہتا ہے کہ ہمیں سختیاں ڈھانے کا

موقع ہی نہیں ملتا۔ چنانچہ ظالم اسی فکرِ مظالم میں امامؑ کو مسلسل ایک قید خانہ سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے میں منتقل کرتا رہا بلکہ قید و بند کی سختیوں کے لئے شہر بھی بدلتا رہا اور مدینہ سے بصرہ اور بصرہ سے بغداد دربدر کرتا رہا۔ یہانتک کہ ۲۵ر رجب ۱۸۳ھ کو سندی بن شاہک ملعون نے حکم حاکم سے قید خانہ میں زہر دینے کے بعد چادر میں لپیٹ کر بھیگے کپڑے کو نچوڑنے کی طرح اس قدر فشار دیا کہ جس کی تاب نہ لاکر آپ شہید ہوگئے اور ظلم نے اپنے قتل کے عیب کو چھپانے کے لئے جھوٹے گواہوں کی گواہی دلوا کر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ امامؑ طبیعی موت سے جاں بحق ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود امامؑ نے پہلے ہی اپنے قتل کئے جانے کی خبر دیکر ہارون (نا) رشید کی اس حرکت کو برملا کر دیا تھا۔ جس وقت آپ کی شہادت واقع ہوئی آپ کا جسم زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور جنازے کو حمالوں کے ذریعہ پلِ بغداد پر لاکر رکھ دیا گیا تا کہ لوگ حکومت کی مخالفت سے عبرت حاصل کریں اور کوئی بھی ظالم کی مخالفت کی جرأت نہ کر سکے۔ لیکن سلیمان نے تعرض کیا اور جنازے کو احترام سے بغداد میں ہی دفن کیا گیا۔ جس علاقہ کو اب 'کاظمین' کہتے ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زریں اقوال:

☆ علم کی تین قسمیں ہیں: آیت محکمہ، فریضۂ عادلہ اور سنت قائمہ (یعنی قرآنی آیات اور اس کے مفاہیم کا علم، واجبات و محرمات کا علم اور سنتوں اور اخلاقی

مرسل اعظمؐ کا سفرِ زندگانی (ا):

☆ ولادت سے قبل ہی والد (جناب عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ) کا انتقال ہوگیا اور آپ بحالتِ یتیمی اس دنیا میں تشریف لائے۔

☆ پانچ برس کی عمر میں والدہ (جناب آمنہ بنت وہب) کا انتقال ہوگیا۔

☆ سات برس کی عمر میں دادا (جناب عبدالمطلبؑ) کا انتقال ہوا۔ اور چچا جناب ابوطالبؑ کی کفالت میں آگئے۔

☆ بارہ برس کی عمر میں پہلا سفر شام کی جانب کیا، عیسائی عالم کے کہنے پر راستے ہی سے جناب ابوطالبؑ واپس پلٹا لائے۔

☆ چوبیس برس کی عمر میں جناب خدیجہؑ کا مالِ تجارت لیکر شام گئے جس میں خدیجہ کے غلام نے آپ میں حیرت انگیز معجزات دیکھے۔ اس سفر سے جناب خدیجہ کو بے پناہ فائدہ حاصل ہوا۔

☆ ۲۵ ر برس کی عمر میں جناب خدیجہؑ نے معنوی کمالات کی بنیاد پر رشتۂ عقد نکاح دیا اور آپ نے جناب خدیجہؑ کے عمر میں بڑی ہونے کے باوجود، ان میں معنوی جوہر کی بنیاد پر شادی کرلی اور یہ طے کردیا کہ شادی کا معیار حُسن و جمال نہیں بلکہ کردار و کمال ہے۔

☆ آپ ۳۰ ر برس کے تھے کہ اللہ نے علیؑ جیسا بھائی جو ہمیشہ آپ کا قوتِ

اقدار کا علم)۔اس کے علاوہ سب فضل ہے، علم نہیں ہے۔(ضرورت ہے کہ علم اور فضل کے فرق کو سمجھا جائے)

☆ عابد کے مقابلہ مپں عالم کا وہی مرتبہ ہے جو ستاروں کے مقابلہ میں سورج کا ہے(کہ جب سورج نکل آتا ہے تو ستارے نظر آنا بھی ختم ہو جاتے ہیں)۔

☆ طلبِ رزق کے لئے تمازتِ آفتاب میں کام کرنا مجھے بیحد پسند ہے۔

☆ (تمہارے پاس کسی) مومن کا مدد مانگنے کے لئے آنا درحقیقت ایک رحمت پروردگار ہے۔

☆ جو شخص اپنے نفس کا حساب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

☆ نیکیاں زیادہ بھی ہوں تو اُنھیں زیادہ نہ سمجھو اور برائیاں کم بھی ہوں تو انھیں کم نہ سمجھو۔

☆ ماں باپ کے ساتھ بہترین برتاؤ کرو تا کہ جنت تک ہی محدود رہو اور بُرا برتاؤ نہ کرو کہ جہنم تک منحصر ہو کر رہ جاؤ۔

☆ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنا شکر ہے اور انھیں ترک کر دینا کفرانِ نعمت ہے۔

☆ بلاؤں کو دعا کے ذریعہ رَد کرو کیونکہ دعا، بلاؤں کے لئے ایک سپر ہے۔

سوالات

۱۔ امام کاظم علیہ السلام کے شواہد امامت میں سے کوئی ایک لکھئے؟

۲۔ امام کاظم علیہ السلام کے معجزات و کرامات میں سے کوئی ایک لکھئے؟

۳۔ امام کاظم علیہ السلام کے جہاد کی انفرادیت پر روشنی ڈالئے؟

۴۔ امام کاظم علیہ السلام کی شہادت کا احوال لکھئے؟

۵۔ امام کاظم علیہ السلام کے کوئی دو اقوال زریں لکھئے؟

تاریخ وسیرت غریب الغرباء

حضرت امام علی بن موسیٰ علیہما السلام

نام نامی	: علی (علیہ الصلواۃ والسلام)
کنّیت	: ابوالحسن
القاب	: رضا، صابر، فاضل، غیظ الملحدین وغیرہ
والدمحترم	: امام موسیٰ بن جعفر (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: نجمہ خاتون (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۱۱/ذیقعدہ ۱۴۸ھ، مدینہ منورہ
آغاز امامت	: ۲۵/رجب المرجب ۱۸۳ھ
تاریخ ومقام شہادت	: ۲۳/ذیقعدہ ۲۰۳ھ، خراسان
قاتل (ملعون)	مامون رشید
کُل عمر	: ۵۵/سال، ۱۲/دن
مدفن	: طوس، مشہد مقدس، ایران

تاریخ وسیرت غریب الغرباء

حضرت امام علی بن موسیٰ علیہما السلام

(۱)

ماہ ذی قعدہ ۱۴۸ھ کی گیارہویں تاریخ تھی کہ مدینہ منورہ میں پیغمبر اسلامؐ کے آٹھویں وارث اور سلسلۂ امامت کی آٹھویں کڑی یعنی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔آپ کے والد گرامی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے جن کے آباء واجداد کا سلسلہ مرسل اعظمؐ تک پہونچتا ہے۔اور آپ کی والدہ محترمہ جناب نجمہ خاتون تھیں جن کے بارے میں خواب میں رسول خداؐ نے جناب حمیدہ خاتون جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تھیں،کو نصیحت فرمائی تھی کہ اپنے بیٹے موسیٰ کاظمؑ کا رشتہ نجمہ خاتون سے کردو۔

جناب نجمہ خاتون اپنے بیٹے امام علی رضاؑ کے بارے میں فرماتی ہیں کہ زمانۂ حمل میں مجھے کسی طرح کی گرانی کا احساس نہیں ہوتا تھا اور میں اپنے شکم میں تسبیح وتہلیل کی آوازیں سنا کرتی تھی۔اور ولادت کے بعد میرے فرزند نے آسمان کی

طرف رُخ کر کے زیرِ لب کچھ کہا جسے میں سمجھ نہ سکی اور جب میں نے اسے امام کاظمؑ سے بتایا تو اُنھوں نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حجت پروردگار ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام کے آداب والقاب:

امام رضا علیہ السلام کا نام: علی، کنیّت: ابوالحسن اور القاب: صابر، فاضل، رضی، وفی، قرۃ العین المومنین اور غیظ الملحدین وغیرہ تھے جبکہ سب سے مشہور لقب 'رضا' تھا جو آپ کو حضرت رسول خداؐ نے عطا فرمایا تھا۔ جناب نجمہ خاتون کے حالات وروایات اور مختلف زبانوں کے اعتبار سے متعدد نام ذکر کئے گئے ہیں جن میں تُکتم، اردیٰ، سَکَن، سمانہ، اُم البنین، خیزران، صَقر، شقراء وغیرہ معروف ہوئے اگرچہ امام رضا علیہ السلام کی ولادت کے بعد آپ کا مشہور ترین لقب 'طاہرہ' قرار پایا تھا۔

امام رضا علیہ السلام کے القاب میں ایک لقب 'عالم آل محمدؐ' بھی ہے جس کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کی ولادت کے تقریباً ۱۵ر دن پہلے امام جعفر صادق علیہ السلام جو خود بھی علم وفضل وکمال میں اس قدر مشہور ہوئے کہ آپ کے جلیل القدر شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک ذکر کی گئی ہے، نے وقت شہادت اپنے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ سے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے یہاں ایک فرزند پیدا ہونے والا ہے جو 'عالم آل محمدؐ' ہوگا۔ اور اس بشارت کے بعد امام علی رضا علیہ السلام

کی ولادت ہوئی۔

امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے کے ظالم بادشاہ:

امام علی رضا علیہ السلام نے جن سخت ترین حالات اور جن ظالم ترین بادشاہوں کے ادوارِ حکومت میں زندگی گزاری ہے اس کا اندازہ صرف اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے دادا امام جعفر صادقؑ کو ناحق زہر سے شہید کیا گیا اور آپ کے والد گرامی کو تقریباً ۱۴ برس تک مختلف قید خانوں میں رکھنے کے بعد زہر دیکر شہید کرنے پر ہی اکتفا نہ کی گئی بلکہ شہادت کے بعد بھی جسم زنجیروں میں جکڑا رہا اور حمالوں کے ذریعہ جنازے کی توہین کی گئی اور امام الروافضہ کہکر سرِ راہ جنازے کو رکھوا دیا گیا تاکہ حکومت کی مخالفت سے لوگ عبرت حاصل کریں۔ آپ کی ولادت منصور دوانقی ملعون کے عہد میں ہوئی جو گوڑی گوڑی اور پائی پائی پر مرنے والا تھا، اس کے بعد مہدی (ضال) عباسی نے ۱۵۸ھ میں اقتدار سنبھالا، پھر ۱۶۹ھ میں ہادی (مُضِل) تخت نشین ہوا، اس کے بعد ۱۷۰ھ میں ہارون (نا) رشید نے حکومت پائی جس نے اپنی حکومت تقسیم کی تو ۱۹۴ھ میں امین اور ۱۹۸ھ میں مامون نے حکومت پر قبضہ کیا اور اسی ظالم نے ۲۰۳ھ میں امام رضاؑ کو زہر دغا سے شہید کر دیا۔

آخر کے جن دو بادشاہوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ دونوں ہارون کے بیٹے تھے۔ امین کی ماں عربی عورت تھی اور مامون کی ماں عجمی کنیز تھی۔ مزاج کے اعتبار

سے امین عیاش، بدکار اور اوباش تھا اور مامون قدرے علم دوست، ہوشیار اور ہنر مند تھا جس کی وجہ سے باپ اپنے جانشین کے طور پر مامون کو معین کرنا چاہتا تھا لیکن عربی ماں کے بیٹے کی حمایت مختلف عرب قبائل نے کی، جس پر ہارون نے مجبوراً اپنی حکومت کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔ عرب کے مختلف حصے امین کے حاکمیت میں آئے اور ایران و ترک وغیرہ کے حصے مامون کو ملے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ہی نے اپنے اپنے حصوں پر حکومت و تسلط قائم کرلیا اور باپ دونوں طرف سے معزول کر دیا گیا اور نہایت بے چارگی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گیا جو دنیا میں ہی خدا کی طرف سے ظالموں کے عقاب و عبرت کا سامان بنا کہ دنیا میں ظلم کرنے والے اسی دنیا میں ہی ذرا سا عذاب کا مزا چکھ لیں اور عذاب آخرت تو اُنکا منتظر ہے ہی جس میں اُنھیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔

زمانہ ذرا سا آگے بڑھا تو باپ کے انتقال کے بعد ہی دونوں بھائیوں کو پوری حکومت پر قبضہ کرنے کی فکر ہوئی جس نے دونوں میں جنگ وجدال کا میدان گرم کیا اور بالآخر عربی شہزادہ تہہِ تیغ ہوا اور مامون نے پوری حکومت پر قبضہ جما لیا۔ خدا برا کرے دنیا پرستی کا کہ اس میں نہ باپ کے لئے کوئی جگہ ہوتی ہے اور نہ ہی بھائی کی زندگی تک کا خیال کیا جاتا ہے۔

ظاہری بات ہے کہ امام رضا علیہ السلام ان تمام حالات کا بغور جائزہ لے

رہے تھے اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ ہر دَور میں آل محمدؑ کو نئے نئے حالات کا سامنا ہوتا ہے اور اس میں اپنی، اپنے چاہنے والوں کی بھی اور سب سے زیادہ دینِ خدا کی جان و عزت و آبرو بچانے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ چنانچہ ان حالات میں ان ذمہ داریوں کی ادائگی کے لئے کیا اقدام ہونا چاہئے، اسے بھی اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ بنابریں مامون نے اپنی سیاسی چالبازیوں کی کامیابی کے لئے جب امام رضا علیہ السلام کو حکومت کی ولی عہدی کی پیشکش کی تو امامؑ کے سامنے دو ہی راستے تھے، یا تو صراحتاً انکار کردیتے تو ظاہر تھا کہ جس نے اپنے ذاتی مفادات کے لئے اپنے بھائی کو نہ چھوڑا ہو اور اُسے قتل کردیا ہو، جس نے اپنے باپ کو دَربدر کردیا ہو، وہ امامؑ یا اُنکے چاہنے والوں اور خود دینِ خدا کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا، اسے ہر سمجھ دار سمجھ سکتا ہے۔ لہٰذا اب امامؑ کے سامنے ایک ہی راستہ باقی تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی ولی عہدی قبول کرلیں اور ولیعہد بن کر اپنے مقاصد اور ذمہ داریوں کو ادا کریں۔

امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے اسباب وفوائد:

امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی پر طرح طرح کی بحثیں اور قسم قسم کے اعتراضات کئے جاتے ہیں اور بعض دشمن معاندین نے تو اِسے امامؑ کی جاہ طلبی اور حکومت کی خواہش کا بھی نام دیا ہے جب کہ نعوذ باللہ اُنھیں نہ اس طرح کی کسی حکومت کی لالچ تھی اور نہ وہ ایسی کسی حکومت کی تائید کے قائل تھے۔ تو پھر یہ سوال

باقی رہ جاتا ہے کہ امامؑ نے ولی عہدی کیوں قبول کی؟ اس سوال کا ایک جملے میں پہلے ہی جواب دیا جاچکا ہے کہ امامؑ کے سامنے دو راستے تھے یا تو صاف انکار کر کے دین کو مزید دشواریوں میں مبتلاء کر دیا جائے اور شیعوں کی جانوں کا اِتلاف کیا جائے یا ولی عہدی قبول کر کے جس طرح علیؓ بن یقطین کے ذریعہ امام کاظمؑ نے شیعوں کا تحفظ کیا تھا اُسی طرح شیعوں کا تحفظ کیا جائے۔ شائد یہی وجہ تھی کہ ولی عہدی کی پیشکش کے موقع پر امامؑ نے مامون سے کہا تھا کہ یہ حکومت اگر تجھے خدا نے دی ہے تو تجھے کسی اور کو دینے کا حق نہیں ہے اور اگر تو نے خود حاصل کی ہے تو عوام سے غصب کی ہوئی حکومت کی مجھے خواہش نہیں ہے۔

امامؑ نے ولی عہدی کی پیشکش قبول کر کے جو فوائد حاصل کئے یقینی طور پر انکار کے ساتھ اُنھیں حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ولیعہدی قبول نہ کرنا نقصان دہ ثابت ہوتا اور اس کا قبول کر لینا فائدہ مند ثابت ہوا۔ آپ نے ولیعہدی کا منصب قبول کر کے جو فوائد دین اسلام اور امتِ اسلامیہ کو پہونچائے ہیں ان میں سے چند یہ تھے کہ:

☆ امامؑ نے حکومت کی خواہش کے برخلاف عوام سے زیادہ سے زیادہ رابطے پیدا کئے اور اسلامی پیغامات کو عوام تک پہونچا کر تبلیغ دین کا فریضہ بہتر طریقہ سے انجام دیا۔

☆ حکومت چاہتی تھی کہ امامؑ کو عوام کے ساتھ خواص سے بھی شاہی اعزاز واحترام کے نام پر دور رکھا جائے تاکہ اُن کے نظریات علمی دنیا میں عام نہ ہونے پائیں لیکن امامؑ نے صرف نیشاپور میں ہی ہزاروں اہل علم تک اپنے خانوادے کی ''سلسلۃ الذہب'' (وہ حدیث جس کے تمام راویوں کے نام سونے کے حروف میں لکھے جانے چاہیئے) پہونچا کر ثابت کردیا کہ صرف کلمۂ لا الٰہ انسان کو فائدہ نہیں پہونچا سکتا جب تک اُس کے شرائط میں ہم اہلبیتؑ کو شامل نہ کیا جائے یعنی انسان اہلبیتؑ سے دور رہکر کچھ بھی کرتا رہے اُسے کوئی چیز بھی فائدہ نہیں پہونچا سکتی۔

☆ ولیعہدی دیکر حکومت چاہتی تھی کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قتل کے جرم کو چھپا لیا جائے لیکن آپ نے دشمن کا یہ حربہ بھی ناکام کردیا جس کے نتیجہ میں ہی شاید آپ بھی شہید کیئے گئے۔

☆ علویین کی انقلابی تحریکوں کو یہ سمجھا کر دبا دیا جائے کہ جس حکومت کے ولیعہد امام رضاؑ ہوں اُس کی مخالفت شرعی طور پر بھی جائز نہ ہوگی لیکن یہ سازش بھی امامؑ نے یہ ظاہر کرکے رَد کردی کہ آپ حکومت کی پالیسیوں کے حامی وحمایتی نہیں ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

یہیں سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے حکومتِ وقت کی ولیعہدی کیوں قبول کرلی تھی اور اگر امامؑ یہ اقدام نہ فرماتے تو کیا مشکلات پیش آتیں

بازو رہا، عنایت فرمایا جن کی ولادت عین خانۂ کعبہ کے اندر ہوئی اور آپ نے استقبال کیا۔

☆ سن ۲۵ اور سن ۴۰ ؍ع ف کے درمیان آپ کے یہاں قاسم اور عبداللہ نام کے دو بیٹے پیدا ہوئے جو کمسنی میں ہی وفات پا گئے۔

☆ ۲۷؍رجب سن ۴۰ ؍ع ف کو غارِ حرا میں آپ پر وحی ہوئی کہ اب آپ اپنی نبوت کو ظاہر فرمادیں اور سورۂ علق کی ابتدائی آیات سے سلسلۂ تنزیل قرآن مجید شروع ہوگیا۔ اور اب سال کا نام عام الفیل کے بجائے ''سن بعثت'' قرار پا گیا۔

☆ سن ۳؍ بعثت میں اللہ کے حکم سے دعوتِ ذوالعشیرہ کا اہتمام کیا جس میں تین دن تک مسلسل پیغمبر اسلامؐ اپنی وزارت کی دعوت دیتے رہے اور علیؑ کے علاوہ کوئی نہ اُٹھا جس پر رسول خداؐ نے انھیں اپنے وصی، وزیر اور خلیفہ ہونے کا اعلان فرمادیا تاکہ آئندہ کبھی یہ مسئلہ پیدا ہی نہ ہونے پائے۔

☆ سن ۵؍ بعثت میں اللہ نے سفر معراج میں تناول سیب کے نتیجہ کے طور پر بیٹی عنایت فرمائی جس کا نام ''فاطمہ'' رکھا جو چاہنے والوں کو آتشِ جہنم سے محفوظ رکھے گی۔ اسی سال جناب جعفرؑ کی قیادت میں آپ نے ایک قافلہ حبش کی جانب بھیج دیا تاکہ وہ سب کفار مکہ کی اذیتوں سے بچ جائیں۔

☆ سن ۷؍ میں کفار مکہ کے مکمل بائیکاٹ کے سبب شعب ابی طالبؑ میں

اور امامؑ نے ظاہری ولیعہدی سے دین اسلام اور امت مسلمہ کو کیا کیا فائدے پہونچائے ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام کی زندگانی کے دوسرے اہم پہلوؤں کی طرف آئندہ اشارہ کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

سوالات:

۱۔ امام علی رضا علیہ السلام کے دو القاب اور جناب نجمہ کے کوئی دو نام لکھئے؟

۲۔ امام علی رضا علیہ السلام کے عہد کے دو بادشاہ جو آپس میں بھائی تھے، کے کردار لکھئے؟

۳۔ امین اور مامون نے اپنے باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا اور وہ کس بات کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے؟

۴۔ امام علی رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے دو اسباب لکھئے؟

۵۔ امام علی رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے دو فوائد لکھئے؟

تاریخ وسیرت غریب الغرباء

حضرت امام علی بن موسیٰ علیہما السلام

(۲)

امام علی رضا علیہ السلام کی تاریخ وزندگانی پر روشنی ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانے کی سیاسی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے۔ آپ جس وقت امامؑ وقت قرار پائے (اگرچہ امام، پیدائش سے ہی امام ہوتا ہے، یہاں ظاہری امامت مراد ہے) وہ حکومتِ وقت کی اِس درجہ دشمنی کا زمانہ تھا کہ آپ کے والد نے تقریباً چودہ برس کا عرصہ قید خانہ میں بسر کیا تھا اور پھر قید خانہ میں ہی شہید کردئے گئے تھے۔

امام رضاؑ نے اپنے والد کے عہدِ امامت میں ان تمام حالات کا بھرپور جائزہ لیا تھا چنانچہ ایک ایسی حکمت عملی کی ضرورت تھی کہ اُنھیں ظالم بادشاہوں کے درمیان رہکر دین اسلام کا تحفظ اور اسکی تبلیغ وترویج کی جائے اور دشمن سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہ کرسکے۔

چنانچہ ایک طرف آپ نے اپنے الٰہی اقتدار ومنصب کی بنا پر معجزات و

کرامات کے ذریعہ دنیا پر برابر یہ ظاہر کئے رکھا کہ بادشاہ کوئی بھی ہو، الٰہی نمائندے ہم ہیں۔ چنانچہ آپ نے جو کرامات متواتر دکھائے ہیں اُن میں سے چند یہاں ذکر کئے جارہے ہیں:

امام علی رضا علیہ السلام کے معجزات وکرامات:

☆ حج کے موقع پر ہارون نے امامؑ کو دیکھا تو توہین کی غرض سے دوسرے دروازہ سے جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ لاکھ دور بھاگے مگر قبریں ایک ہی جگہ بنیں گی، جو بالآخر بن کر رہیں۔

☆ ریّان بن صلت آپ کی خدمت میں ایک جامہ اور چند ایسے سکے مانگنے آئے جن پر آپ کا نام کندہ ہو تو سوال سے پہلے ہی آپ نے دو جامے اور تیس ویسے ہی سکے عنایت فرمادئے۔

☆ ابو اسماعیل نے عربی زبان سے ناواقفیت کی شکایت کی تو اُن کے لبوں پر ہاتھ پھیر کر اُنھیں عربی میں بات کرنے والا بنا دیا۔

☆ جعفر بن صالح کو بشارت دی کہ تمہارے یہاں جڑواں لڑکے پیدا ہوں تو لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا اُم عمر رکھ دینا۔ جب بچے پیدا ہوئے تو اپنی ماں سے امامؑ کے بتائے ہوئے نام بتا کر بچی کے نام پر حیرت کا اظہار کیا تو ماں نے بتایا کہ یہ تیری دادی کا نام تھا جس پر امامؑ نے نام رکھا ہے۔

☆ امین اور مامون دونوں بھائیوں کو ایک ساتھ دیکھ کر فرمایا کہ عنقریب مامون، امین کو قتل کردیگا جو بات اُس وقت حیرت انگیز تھی، مگر بالآخر وہی ہوا جو امامؑ نے فرمایا تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام کے طبّی مشورے:

الٰہی منصب دار، اگر ایک جانب روح ونفس کی بیماریوں کا معالج اور اُن کی تزئین وتہذیب کا ذمہ دار ہوتا ہے تو دوسری جانب وہ جسمانی سلامتی کے نسخوں سے بھی واقف ہوتا ہے تاکہ اُمت روحانی اور جسمانی دونوں طرح کے امراض واسقام سے پاک و پاکیزہ رہے۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام نے اُمت مسلمہ کی جسمانی سلامتی کے لئے بھی مختلف کارآمد نسخے تجویز فرمائے ہیں جن پر عمل کرکے جسمانی سلامتی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اُنھیں میں سے چند یہ بھی ہیں:

☆ ماں کے دودھ سے بہتر بچہ کے لئے کوئی غذا نہیں ہے۔

☆ سِرکہ بہترین غذا ہے کہ اس کے رکھنے والے کبھی محتاج نہ ہونگے۔

☆ شہد میں شفا ہے اور یہ تحفہ کبھی واپس نہیں کرنا چاہئے۔

☆ قرآن پڑھنے، شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔

☆ کھانے کی ابتدا نمک سے کی جائے تو ستّر بیماریوں دور ہوتی ہیں۔

☆ مسور ستّر انبیاء کی غذا ہے اور اس سے دل نرم ہوتا ہے اور

آنسو بنتے ہیں۔

☆ کھانا ٹھنڈا کر کے اور پیالہ کے کنارے سے کھانا چاہئے۔

امام علی رضا علیہ السلام کا اہتمام عزاداری:

عزاداری، اگرچہ کربلا کے شہیدوں کا غم منانے کا نام ہے لیکن یہ بھی شہداء کربلا کی شہادت کی عظمت ہے کہ ان کے غم کے وسیلہ سے جو مجلس برپا ہوتی ہے اُس میں قرآنی مطالب، احادیث کی تشریحات، احکام اسلامی کا بیان اور اخلاقی اقدار کا ذکر بھی ہو جاتا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام کا دور امامت چونکہ آپ کی الٰہی سیاست کی بنیاد پر ظاہراً کسی حد تک ایسا تھا جس میں آپ کو علی الاعلان شہداء کربلا کا غم منانے کا موقع فراہم ہوا اور آپ نے اس غم کا اہتمام ہی نہیں بلکہ چاہنے والوں کو تاکید بھی فرمائی۔ ماہ محرم میں آپ غم کا مخصوص طریقہ اختیار فرماتے، سیاہ لباس زیب تن ہوتا، روز عاشورا سیاہ لباس زیب تن ہوتا، آستینیں چڑھی ہوتیں، بال بکھرے ہوتے اور بیان مصائب کا خصوصی اہتمام ہوتا۔ آپ خود بھی گریہ فرماتے اور چاہنے والوں کو بھی باآواز بلند رونے کی تاکید فرماتے تاکہ سننے والے غم کا سبب تلاش کریں اور ظالموں کی فہرست ظاہر ہو سکے۔

چنانچہ آپ کی ولیعہدی کا دور ہے۔ دربار میں دعبل خزاعی جو مشہور و ماہر

شاعر تھے، حاضر ہوئے۔ آپ نے قصیدہ کی فرمائش کی، مجمع جمع کیا گیا، پس پردہ خواتین حاضر کی گئیں۔ دِعبل نے قصیدہ پڑھا جس پر امامؑ نے ایک شعر کے اضافہ کا تقاضہ کیا اور اُس شعر میں مرو کے مقام پر شہادت اور قبر بننے کا ذکر فرمایا۔ جس پر بے چین ہوکر دِعبل نے سوال کیا: مولا! یہ کس کا ذکر ہے؟ فرمایا: یہ میری شہادت اور میری قبر کا ذکر ہے۔ اس کے بعد امامؑ نے دِعبل کو ایک سو اشرفی اور ایک جبہ انعام دیا جس پر دِعبل نے کہا کہ میں نے یہ قصیدہ لالچ میں نہیں، محبت میں کہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اس کا اجر پروردگار کے پاس محفوظ ہے۔ واپسی پر راستے میں ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور دِعبل اور سارے قافلے کو امامؑ کے اسی جُبہ کی برکت سے نجات مل گئی۔

امام علی رضا علیہ السلام کی ازواج واولاد:

امام رضا علیہ السلام کی صرف ایک زوجہ کا تذکرہ ملتا ہے جن کا نام خیزران تھا اور انھیں سبیکہ بھی کہا جاتا تھا۔ ان کا ذکر رسول خداؐ کی حدیث میں بھی ہے کہ ”ان کے فرزند پر میری جان قربان“۔ یہ رسول خداؐ کی زوجۂ محترمہ جناب ماریہ قبطیہ (جن سے ایک فرزند جناب ابراہیمؑ پیدا ہوئے تھے جو بعد میں امام حسینؑ کا فدیہ قرار پاکر تقریباً ڈیڑھ برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے) کے خاندان سے تھیں اور امامؑ ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔

اولاد کی تعداد میں اگرچہ اختلاف ہے اور ایک سے پانچ تک کی تعداد کا ذکر کیا

گیا ہے مگر اِس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کی نسل صرف امام محمد تقی علیہ السلام سے ہی چلی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ تمام تقی اور جوادی سادات کرام دراصل رضوی ہی ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب وشاگرد:

یوں تو ہر امامؑ کے فرائض میں تعلیم و ترویج علوم شامل رہا ہے لیکن کچھ اماموں کو خصوصی طور پر ایسا موقع مل گیا کہ جب اُنھوں نے اپنے علمی جوہر بھی دکھائے اور تشنگانِ علوم کی پیاس بھی بجھائی۔ امام رضا علیہ السلام کی شاگردوں میں یوں تو کافی نام ذکر کیے جاسکتے ہیں لیکن یہاں صرف چند کے نام گنوائے جارہے ہیں:

☆ دعبل بن علی الخزاعی: ان کا ذکر انکے قصیدہ اور امامؑ کے ایک یا دو اشعار کے اضافہ کے ذیل میں کیا جاچکا ہے۔

☆ حسن بن علی الوشّاء: کوفہ میں علومِ اہلبیتؑ کی ترویج اور احادیث ائمہ علیہم السلام کی تشریح کیا کرتے تھے۔ امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی یقینی دلیلوں تک نہ پہونچے تھے تو ایک بار کچھ سوالات لکھ کر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دروازے پر ہی غلام نے اُن کا نام پکار کر لفافہ دیا کہ اس میں امامؑ نے تمہارے سوالات کے جوابات لکھ دیے ہیں۔ اِس واقعہ سے زندگی میں انقلاب پیدا ہوگیا اور امامؑ کے قریبی اصحاب میں شمار کیے گئے۔

☆حسن بن علی بن فضال کوفی: یہ ایک عظیم عابد و زاہد تھے کہ پہاڑ پر زندگی گزارتے اور ہمیشہ عبادت میں بسر کرتے تھے۔ اتنے طولانی سجدے کرتے کہ صحرائی جانور بھی ان سے مانوس ہوکر انھیں کے اطراف میں چرتے رہتے تھے۔ فضل بن شاذان اپنے والد شاذان کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ بھی انکا احترام کرتے تھے۔ ان کی وفات ۲۲۴ھ میں واقع ہوئی ہے۔

☆زکریا بن آدم قمی: امام رضاؑ کے معتمد اور مقرب بارگاہ صحابی تھے۔ علی بن مسیب ہمدانی نے اپنی دوری اور بار بار نہ پہنچ سکنے پر پوچھا کہ کس سے احکام دین حاصل کروں؟ تو امامؑ نے فرمایا کہ زکریا بن آدم سے کہ وہ دین و دنیا دونوں میں محفوظ و مامون ہیں۔

☆محمد بن اسماعیل بن بزیع: امام رضاؑ کے اصحاب میں تھے اور امام محمد تقیؑ کے زمانے تک رہے۔ انھوں نے امام تقیؑ سے اپنے کفن کے لئے آپکا ایک کرتا طلب کیا تو امامؑ نے عطا فرمادیا اور کہا کہ اس کے بٹن نکال دئے جائیں۔

امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت:

شب ۲۳ رذیقعدہ ۲۰۳ھ تھی کہ آپ کو مامون نے دربار میں طلب کیا اور سوئی کے ذریعہ انگور میں زہر ملا کر آپ کو پیش کیا۔ آپ نے مسلسل انکار کیا مگر اُس نے قتل کا بھرپور ارادہ کرلیا تھا لہٰذا زور دیتا رہا جس سے مجبور ہوکر آپ نے چند دانے

نوش فرمائے۔ دربار سے نکلتے آپ کے خادم ابوصلت نے دیکھا کہ آپ کے سر پر آپکی ردا پڑی ہے جسے امامؑ اپنی شہادت کی علامت بتا چکے تھے۔ امام حجرہ میں گئے اور ابوصلت دروازہ پر بیٹھے رہے کہ اندر سے آہٹ محسوس ہوئی، دیکھا کہ ایک بچہ امامؑ سے محو راز و نیاز ہے۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں محمد بن علی ہوں اور ان کے بعد امامؑ ہوں۔ امامؑ کی شہادت کے بعد امام تقیؑ نے غسل و کفن کیا اور نماز جنازہ پڑھی۔ اسکے بعد قتل کا جرم چھپانے کے لئے شاہی شان و شوکت کے ساتھ بھی امامؑ کی نمازِ جنازہ اور تشیع جنازہ ہوئی اور ہارون کے سرہانے دفن کر دئے گئے۔

امام علی رضا علیہ السلام کے اقوال حکیمانہ:

☆ انسان کا واقعی دوست اس کی عقل ہے اور واقعی دشمن اس کی جہالت۔

☆ خدا کو بیجا بحث و مباحثہ، مال کا ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا سخت ناپسند ہے۔

☆ ہم اہلبیتؑ وعدہ کو ایک قرض اور اسکی ادائگی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

☆ جو کوئی خدا کے کم رزق پر راضی ہوتا ہے، خدا اس کے مختصر عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔

☆ سب سے بڑی مصیبت علماء کی موت ہے۔

☆ اچھائی کے علم میں غرور نہیں بلکہ دعا کرنی چاہئے کہ خدا اس خیر کو

سلامت رکھے۔

سوالات:

۱۔امام علی رضا علیہ السلام کے کوئی دو کرامات لکھیے؟

۲۔امام علی رضا علیہ السلام کے کوئی دو طبّی مشورے لکھیے؟

۳۔امام علی رضا علیہ السلام کا اہتمام عزاداری لکھیے؟

۴۔امام علی رضا علیہ السلام کی زوجہ و فرزند اور دو اصحاب کے نام لکھیے؟

۵۔امام علی رضا علیہ السلام کے کوئی دو اقوال زریں لکھیے؟

جانا پڑا جہاں تین برس تک بے پناہ اذیتوں کا مقابلہ کیا یہاںتک کہ پتوں پر گزارا کرنے سے مسلمانوں کے جسم ہرے ہو گئے تھے۔

☆سن ۱۰ ؍بعثت میں ۲۶ ؍رجب کو دیرینہ محافظ و کفیل جناب ابوطالبؑ کا انتقال ہو گیا جس پر آپ نے گریہ بھی کیا اور مرثیہ بھی پڑھا۔ اور ابھی سال ماہ رمضان المبارک کی ۱۰ ؍کو رفیقۂ حیات جناب خدیجہؑ بھی شدت مصائب کی تاب نہ لا کر چل بسیں جس کا قلق آپ کو عمر بھر رہا کہ نوجوان ازواج کے ہوتے ہوئے بھی خدیجہؑ کو یاد کر کے آپؐ اکثر تنہائی میں رویا کرتے تھے۔ اور اس سال کا نام ''عام الحزن'' (غم کا سال) رکھ دیا تھا۔

☆سن ۱۳ ؍بعثت یکم ربیع الاول کو کفار نے آپ کو قتل کرنے کی غرض سے آپکا گھر گھیر لیا اور آپ نے بحکم خدا اپنے بستر پر علیؑ کو لٹا دیا اور خود مدینہ کی جانب ہجرت کر گئے کہ جس کے نتیجہ میں نبیؐ کی جان بچ گئی اور علیؑ نے اپنا نفس بیچ کر مرضی خدا کا سودا کر لیا۔

مرسل اعظمؐ کی زندگی کا یہ ایک حصہ یہیں پر تمام ہو جاتا ہے اور اس بعد آپ کی زندگی کا دوسرا حصہ وہ ہے جو ہجرت کے بعد سے آپکی زندگی کے اختتام پر مکمل ہوتا ہے۔

تاریخ وسیرت جواد اہلبیت

حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام

نام نامی	: محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
کُنیت	: ابو جعفر ثانی
القاب	: تقی، مرتضیٰ، نجیب، جواد وغیرہ
والد محترم	: امام علی بن موسیٰ (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: سبیکہ خاتون (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۱۰ رجب المرجب ۱۹۵ھ، مدینہ منورہ
آغاز امامت	: ۲۳ ذیقعدہ ۲۰۳ھ
تاریخ ومقام شہادت	: ۲۹ ذیقعدہ ۲۲۰ھ، بغداد
قاتل (ملعون)	: معتصم عباسی
کُل عمر	: ۲۵ سال، ۴ ماہ، ۱۵ دن
مدفن	: کاظمین، عراق

تاریخ وسیرت جوادِ اہلبیت

حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام

(۱)

ماہِ رجب ۱۹۵ھ کی دسویں تاریخ تھی کہ جس دن ایک مرتبہ پھر مدینۂ منورہ نورِ امامت و عصمت سے منور ہوگیا۔ جس دن خدائے ہادی نے اُمت کی ہدایت کے لئے امام علی رضا علیہ السلام کو ایک فرزند عنایت فرمایا کہ جس کی آمد سے ظاہراً عوام مایوس ہی نہیں ہو چکے تھے بلکہ امام رضا علیہ السلام کی عمر کے ۴۷ برس گزر جانے کی بنا پر امامؑ کو لاولد ہونے کا طعنہ بھی دینے لگے تھے بلکہ آپ کی امامت پر شک بھی کرنے لگے تھے۔ کیونکہ لوگوں کو اتنا تو بہرحال معلوم تھا کہ ہادئ آخر کو اللہ نے اِسی سلسلہ میں قرار دیا ہے، تو اگر یہ لاولد ہیں تو یہ خود بھی اِس سلسلہ کی فرد نہیں ہیں (نعوذ باللہ)۔

فرزند کی ولادت نے طعنہ زنوں کے منہ بند کر دئے اور یہ طے پا گیا کہ امام رضا علیہ السلام امامِ برحق بھی ہیں اور ان کے بعد یہی فرزند امامتِ حقہ کا حقدار بھی

ہے۔ جس کی خبر امامؑ نے بُرا بھلا کہنے والوں اور شکوک و شبہات میں مبتلاء ہونے والوں کو پہلے ہی دے دی تھی کہ اللہ مجھے عنقریب وہ فرزند عطا کرنے والا ہے جو الٰہی منصب دار اور میرا وارث ہوگا۔

بچہ کا نام، نام رسالتِ آخر پر ''محمد'' رکھا گیا جس کی بشارت پہلے ہی خود مرسلِ اعظمؐ دے چکے تھے۔ سنت کے مطابق والد نے بڑے ہی اہتمام کے ساتھ عقیقہ کیا کہ امام مختون پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی کنیّت ''ابو جعفر ثانی'' تھی۔ (اور ثانی یعنی دوسرے اس لئے کہا جاتا تھا کہ پہلے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی کنیت تھی)۔ آپ کے القاب میں ''تقی'' اور ''جواد'' سب سے زیادہ مشہور ہیں جس کی وجہ شاید یہ رہی ہو کہ جس زمانے میں ظالم، جابر، بے دین اور خوفِ خدا نہ رکھنے والے حکومت کر رہے تھے، اُسی عہد میں آپ نے اپنے زہد و تقویٰ اور علمی کمالات سے یہ ثابت کیا کہ فضیلت، جاہ و حشم یا مال و سلطنت سے نہیں ہوتی بلکہ فضل و شرف کا اسلامی معیار تقویٰ اور خوفِ خدا ہے۔ دوسری طرف جاہ و حشم، سلطنت و حکومت رکھنے والے منصور جیسے ''دوانقی'' (ٹکڑوں ٹکڑوں اور کوڑیوں پر مرنے والے ہوسکتے ہیں) اور دشمنوں کی گرفت اور قید و بند و مصیبت کی زندگی گزارنے والا یہ محمد بھی ''جواد'' (سخی و بُردبار) ہوسکتا ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام کے دلائل امامت:

☆ امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر تقریباً تین یا چار برس ہی تھی کہ امام رضا علیہ السلام نے بعض لوگوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میرا یہ فرزند امامؑ اور میرے منصب کا وارث ہے کہ منصب الٰہیہ کا تعلق سن و سال سے نہیں ہوتا۔ گھوارے میں عیسیٰؑ ''و جعلنی نبیاً'' کہہ سکتے ہیں اور بچپن میں ہی یحییٰ کو نبی بنایا جا سکتا ہے۔

☆ خراسان آنے کے بعد ابو خیرانی نے امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کا وارث کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ابو جعفر۔ انھوں نے کہا کہ وہ تو ابھی بچہ ہیں؟ فرمایا: اللہ نے اس سے بھی کم عمر میں عیسیٰؑ کو نبی اور صاحب منصب بنا دیا تھا لہٰذا اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔

☆ امام محمد تقی علیہ السلام کے عہد کے ظالم بادشاہ:

ولادت کے وقت ہارون (نا) رشید کے بیٹے امین کی حکومت چل رہی تھی۔ ۱۹۸ھ میں اسے اُسی کے بھائی مامون نے قتل کر کے تخت حکومت پر قبضہ کر لیا اور ۲۱۸ھ تک قابض رہا۔ اُس کے مرنے کے بعد معتصم عباسی خلیفہ بنا جس نے ۲۲۰ھ میں زہر دیکر آپ کو پچیس برس کی عمر میں شہید کر دیا۔ اگر چہ ائمہ معصومین علیہم السلام میں آپ کو سب سے کم عمر نصیب ہوئی لیکن اس کے باوجود بھی آپ نے ایسے

علمی کمالات کا اظہار فرمایا جس نے ظلم وجور کے ٹکڑوں پر پلنے والے بے بضاعت جاہل اور نام نہاد عالموں کے چھکے چھڑا دئے تھے۔

ظلم بالائے ظلم یہ بھی تھا کہ آپ نہایت بچپن میں مدینہ سے گرفتار کر کے جلا وطن کر دئے گئے تھے اور والد کے مدینہ چھوڑنے کے وقت بھی غالباً آپؑ مدینہ میں نہیں تھے اور پھر آپ کی اپنے والد سے ملاقات نہ ہوسکی۔ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ بہ اعجاز خراسان پہونچے اور شہید والد کو غسل وکفن دیا اور نماز جنازہ پڑھی جبکہ آپ کی عمر اس وقت ۷ یا ۸ سال سے زیادہ نہ تھی۔

امام محمد تقی علیہ السلام کے علمی مناظرے:

امام محمد تقی علیہ السلام چونکہ عہدۂ امامت اور منصب الٰہیہ پر فائز تھے جہاں سن و سال کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی کیونکہ نبی و امام اپنی پیدائش سے ہی نبی و امام ہوتے ہیں۔ آپ نے بھی نہایت درجہ کمسنی کے باوجود متعدد علمی مناظرے فرمائے اور دین حقہ کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ آپ نے ایک ایک جلسہ میں بیس ہزار سوالات کے جوابات دیکر باطل کو ذلیل ورسوا کیا، جس جلسہ کا سلسلہ تین دنوں تک چلتا رہا۔

☆ بچپن میں ہی ایک مرتبہ آپ ایک راستے پر کھڑے ہوئے بچوں کو کھیل تماشہ میں اپنی عمر ضائع کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے کہ بادشاہ کی سواری آگئی۔ سارے بچے بھاگ گئے مگر آپ اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ تم نے راستہ

کیوں نہیں چھوڑا؟ آپ نے جواب دیا: نہ راستہ تنگ تھا اور نہ ہی میں گناہگار تھا تو کیوں فرار کرتا! صرف ایک وجہ ہو سکتی تھی کہ میں تجھے اتنا بڑا ظالم سمجھتا کہ تیرے ظلم کے خوف سے بھاگ جاتا!۔ اسی ایک جواب نے بادشاہ کے چھکے چھڑا دئے۔

☆ اسی بادشاہ نے شکار سے پلٹتے ہوئے اپنی مُٹھی میں ایک شکار کی ہوئی مچھلی بند کر کے امامؑ سے سوال کیا کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟ آپؑ نے نہایت اطمینان سے فرمایا کہ خدائے رب العالمین نے زمین و آسمان کے درمیان دریا بنائے ہیں اور اُن میں مچھلیاں پیدا کی ہیں اور بادشاہان وقت کو شکار کرنے کا شوق دیا ہے۔ جب وہ شکار کرنے جاتے ہیں تو اُنھیں مچھلیوں کا شکار کر کے انہیں مٹھیوں میں بند کر کے خاندان نبوت کا امتحان لیتے ہیں۔ جواب سن کر مامون حیرت زدہ ہو گیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں محمد بن علی بن موسیٰ الرضا ہوں۔ (اور یہ تعارف بھی ایک طرح کا اعلان فتح تھا کہ کل تو نے میرے والد کو قتل کیا تھا اور آج اسی کے بیٹے نے تجھے شکست دیدی۔)

☆ مامون چونکہ امامؑ کے علمی کمالات کا خود تجربہ کر چکا تھا لہٰذا وہ دوبارہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا جہاں اُسکی علمی شکست ہو لیکن لوگ اسکی امامؑ کے ساتھ خصوصی توجہ سے راضی اور خوش نہ تھے۔ بنابریں ایک مرتبہ یحییٰ بن اکثم جو قاضی القضاۃ اور زبردست عالم سمجھا جاتا تھا، کو تلاش کیا تاکہ وہ امامؑ سے مناظرہ کرکے

انھیں رُسوا بھی کردے اور بادشاہ کے امامؑ سے خوشدلی کے فیصلے کو تبدیل بھی کردے۔ چنانچہ اُس نے آتے ہی فقہ کا مشکل ترین مسئلہ چھیڑتے ہوئے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں شکار کرلے تو اُسکا کیا کفارہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تیرا سوال ناقص ہے، پہلے سوال مکمل کرو، اس کے بعد جواب دیا جائے گا۔ اُس نے پوچھا کہ سوال میں کیا نقص ہے؟ فرمایا:

شکار: حِل میں تھا یا حرم میں؟ شکاری آزاد تھا یا غلام؟ شکار بچہ تھا یا بڑا؟ پہلی بار تھا یا تکرار؟ شکاری بالغ تھا یا نابالغ؟ شکار پرندہ تھا یا کوئی اور جانور؟ شکاری نادم ہوا یا مُصر؟ شکار دن میں ہوا یا رات میں؟ احرام حج کا تھا یا عمرہ کا؟ (ان تمام سوالات کا اگر ریاضی ضرب سے حساب کیا جائے تو تعِداد ہزاروں تک پہونچتی ہے)

امامؑ نے پوچھا تو نے اِن صورتوں میں سے کس کے بارے میں سوال کیا ہے تاکہ اُس کا جواب دے دوں۔ یہ سن کر یحیٰی مبہوت و ششدر و حیران رہ گیا اور اس کی بولتی بند ہوگئی۔ جواب کیا دیتا، اب تو وہ کچھ بولنے کے بھی قابل نہ رہ گیا تھا۔ اس کے بعد مامون نے تمام سوالات کے جوابات بھی دینے کا تقاضہ کیا تو آپ نے ہرشِق کے الگ الگ جواب عنایت فرمائے۔

مامون اِس کامیابی پر بہت خوش ہوا کیونکہ اِسے اُس نے اپنی بھی کامیابی سمجھا اور بچپن ہونے کے باوجود اپنی بیٹی ''اُم الفضل'' سے امامؑ کا عقد کردیا جس پر

امامؑ کو کوئی خوشی نہ ہوئی۔

امام محمد تقی علیہ السلام کی گھریلو زندگی:

ظاہر سی بات ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کی زندگی دوسرے ائمہ کی طرح زہد وتقویٰ اور سادگی کے ساتھ بسر ہورہی تھی جو شاہی مزاج عورت کو کسی صورت بھی پسند نہ تھی۔ کہاں وہ عیش وعشرت، ساز وسرود اور طرب وموسیقی کی دلدادہ عورت اور کہاں رات رات بھر دعا ومناجات وعبادات میں بسر کرنے والے امامؑ؟؟!! جس کا شکوہ وہ بار بار اپنے باپ سے کیا کرتی تھی کہ امامؑ کے ساتھ اُس کی زندگی اجیرن بن گئی ہے اور اُسے زندگی کا کوئی لطف میسر نہیں ہو رہا ہے۔ اس پر مشیئت پروردگار یہ کہ اس سے کوئی اولاد بھی نہ ہو رہی تھی جس کی بنا امامؑ نے جناب سمانہ مغربیہ سے نکاح فرمالیا اور کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد اُن سے پروردگار عالم نے امام علی نقی علیہ السلام کی ولادت کے اسباب مہیا فرمادئے اور اس خبر سے اُم الفضل کے سینے پر نہ جانے کتنے سانپ لوٹ گئے اور اب وہ نہ صرف جناب سمانہ بلکہ خود اپنے شوہر امام تقی علیہ السلام سے بھی حد درجہ جلنے لگی۔ یہاں تک کہ ۲۱۸ھ میں باپ کا انتقال ہوا اور حکومت اسکے چچا معتصم کو ملی جو ائمہ کا دشمن تھا۔ اُم الفضل کو یہ مناسب موقع ہاتھ آگیا اور اُس نے اپنے چچا کو متواتر شکایتی خطوط لکھے جس کے نتیجے میں اُس نے امامؑ کو گرفتار کر کے بغداد میں تقریباً ایک سال تک رکھا اور بالآخر اُسی کے ہاتھوں زہر

دیگر امامؑ کو شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

سوالات:

ا۔امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت کی کوئی ایک دلیل لکھئے؟

۲۔امام محمد تقی علیہ السلام کے عہد کے شاہان ظلم کے نام لکھئے؟

۳۔امام محمد تقی علیہ السلام کا ہارون (نا) رشید سے علمی مناظرہ لکھیے؟

۴۔امام محمد تقی علیہ السلام کا یحییٰ بن اکثم سے علمی مناظرے کا احوال لکھیے؟

۵۔امام محمد تقی علیہ السلام کی گھریلو زندگی کی مشکلات کو بیان کیجئے؟

تاریخ وسیرت جوادِ اہلبیت

حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام

(۲)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی زندگی کا سرسری مطالعہ کرنے سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایسے پُر آشوب اور دشمن زمانے میں جب آپ ''سرکاری بیوی'' اُمُّ الفضل کی وجہ سے حکومت کی نظروں میں رہا کرتے تھے اور بیوی، بیوی ہونے سے زیادہ حکومت کی جاسوسی کا کام کیا کرتی تھی۔ اور ایسے حالات میں جہاں ذراسی کوتاہی اور ذرہ برابر کمی کو پہاڑ بنا کر پیش کیا جانا یقینی تھا۔ ایسے زمانے میں اگر آپ کو ''تقی'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور حکومت اور اس کے کارندے بھی آپ کو ''تقی'' ہی کے لقب سے یاد کرتے تھے، تو اِس کے معنی ہی یہ ہیں کہ آپ کا زہد وتقویٰ صرف دوستوں کی نظر میں ہی قابل ذکر نہیں تھا بلکہ دشمن بھی اسے سراہتا تھا۔

آپ کے کمال فضائل کی انتہاء تو تب ہوگئی جب خود بادشاہِ وقت نے اپنی بیٹی کی شکایات اِس یقین کے ساتھ نظر انداز کرنا شروع کر دیں کہ تو محمد تقی (علیہ

سوالات:

۱۔رسول اللہ کی مکمل تاریخ ولادت، والدین کے اسماء لکھئے؟

۲۔رسول اللہ کے والدین اور دادا کا کب انتقال ہوا اور پھر کس نے کفالت کی؟

۳۔رسول اللہ نے مکہ میں کس خاتون سے شادی کی اور اُن سے کتنی اولاد ہوئی؟

۴۔بعثت سے پہلے کے چار واقعات مختصراً لکھئے؟

۵۔''عام الحزن'' کسے کہتے ہیں اور کیوں؟

السلام) کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیتی ہے۔ وہ تیرے ساتھ ظلم وزیادتی کر ہی نہیں سکتے ہیں۔ اور دوسری شادی کر لینا اسلام کی نظر میں کوئی ایسا جرم نہیں ہے جس پر کسی کو تنبیہ و تادیب کیا جائے۔

امام محمد تقی علیہ السلام کا زہد وتقویٰ:

یہ بات اس سے قبل بھی ائمہ علیہم السلام کے تذکروں میں گزر چکی ہے کہ ان کے القاب عمومی اعتبار سے عوام الناس معین نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اکثر القاب خود مرسل اعظمؐ نے اپنی حیات طیّبہ میں ذکر فرمائے تھے جو اس بات کی علامت ہے کہ عام انسانوں کی طرح اُن کے القاب ذاتی منفعت، شخصی دلچسپی یا لالچ اور چاپلوسی کی بنیادوں پر مقرر نہیں کئے گئے تھے بلکہ زبانِ وحی بیان نے مستقبل اور اُن کے کمالات کی نشاندہی فرمانے کے لئے ذکر فرمائے تھے جو بعد میں اماموںؑ کی زندگیوں میں جابجا نظر آئے۔ چنانچہ امام محمد بن علی علیہما السلام کو اگر ''تقی'' اور ''جواد'' وغیرہ کے لقب سے اد کیا گیا ہے تو آپ کے زہد وتقویٰ کے جلوے بھی جابجا آپ کی پاک و پاکیزہ زند ں بکھرے پڑے ہیں۔ جس میں سے کچھ کا یہاں پر ذکر کیا جا رہا ہے:

☆ اپنے والدِ گرا م علی رضا علیہ السلام کی خبر شہادت پانے کے بعد آپ مسجد نبویؐ میں تشریف سے در ِبر پر جا کر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا: ایہا

الناس! میں محمد بن علی رضا ہوں، میں جواد ہوں، اور صلب پدر میں لوگوں کے نسب کا جاننے والا ہوں، میں تمہارے ظاہر و باطن سے آگاہ ہوں اور میں تمام مخلوقات کے حالات کو خلقت کے قبل سے آسمان و زمین کے فنا ہونے تک بخوبی جانتا ہوں۔ لیکن افسوس کہ اپنے بزرگوں کی طرح ان حالات کا اظہار نہیں کر سکتا۔

(یہ آپ کے کمال تقویٰ و پرہیزگاری کی دلیل ہے ورنہ عام انسان اگر ذرا سا علم حاصل کر لیتا ہے تو زمین پر پیر نہیں رکھنا چاہتا اور امام نے ایسے کمالات ہونے کے باوجود انتہائی سادہ زندگی گزار دی)۔

☆ مامون نے امام جوادؑ کو آزمانے کے لئے دو سو حسین و جمیل کنیزیں آپ کے پاس بھیجیں تاکہ وہ آپ کو اپنے مکر و حیلہ سے لبھائیں اور نعوذ باللہ انھیں نشۂ حسن سے سرشار کر دیں لیکن امامؑ کی بلند کرداری تھی کہ آپ نے اُنکی جانب کوئی توجہ نہیں فرمائی۔

(عام انسان ہر مرحلہ آزمائش پر کامیاب ہو سکتا ہے لیکن حُسن و جمال کا مکر اور عورت کا نشہ عموماً بہت جلد اسے بدمست اور خمار آلود کر دیتا ہے۔ عیاش بادشاہ شاید اسی خیال سے اکثر اماموں کی آزمائش بھی عورتوں کی مکاری سے لیا کرتے تھے مگر انھیں یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ نفس سے مغلوب ہو کر بک جانے والے اور ہوتے ہیں اور نفس بیچ کر مرضیِ پروردگار کا سودا کر لینے والے اور ہوتے ہیں)۔

☆ایک مرتبہ مامون نے آپ کی توہین کے لئے دربار میں بلا کر ناچ گانے کی محفل شروع کردی تو آپ نے گانے والے سے کہا کہ خدا سے ڈر۔ اتنی بڑی داڑھی اور یہ کاروبار۔ یہ سن کر اس کے ہاتھ سے ساز گر پڑا اور ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہوگیا۔

(شاید ہر دور میں دنیا والوں کو دِکھانے کے لئے لمبے لمبے کرتے اور لمبی لمبی داڑھی والوں کی صورت اور کردار میں اسی طرح کا اختلاف رہا ہے کہ اوپر سے کچھ اور حقیقت میں کچھ اور ہوا کرتے ہیں)۔

امام محمد تقی علیہ السلام کے معجزات وکرامات:

☆ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ اُم الحسن نے آپ کا پرانا لباس طلب کیا ہے تاکہ کفن میں بطور تبرک رکھے تو آپ نے فرمایا کہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وطن آنے پر معلوم ہوا کہ اس خاتون کا پندرہ دن پہلے انتقال ہو چکا ہے۔

(عام انسان میں اور نمائندۂ الٰہی میں یہ فرق بھی ہوتا ہے کہ عام انسان اپنی آنکھوں سے صرف سامنے کے مناظر دیکھتا ہے لیکن منصب خداوندی رکھنے والے کائنات کی ہر شئ کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں بلکہ ان کی نگاہوں میں آنے والا کل بھی ہوا کرتا ہے)۔

☆ایک شخص نے سفر کے بارے میں مشورہ کیا جس پر امام نے منع فرمایا

لیکن اس کا دوسرا ساتھی یہ کہکر چلا گیا کہ میں اب سفر کی پوری تیاری کر چکا ہوں لہٰذا رُک نہیں سکتا۔ راستہ میں ایک وادی میں رُکا جہاں ایسا سیلاب آیا کہ وہ خود بمع اپنے تمام سامان کے بہہ گیا۔

(یہ ہر دور میں ہوتا رہا ہے کہ لوگوں نے ائمہ علیہم السلام کے مشوروں بلکہ خود مرسل اعظمؐ کے مشورہ اور مطالبہ تک کو ٹھکرا دیا ہے اور قلم و کاغذ مانگنے کے باوجود اُسے ٹھکرا کر اپنی من مانی کی، جس کے نتیجہ میں وہ خود بھی ہلاک ہوئے (جس کا اقرار بارہا کیا کہ "علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا" یعنی نبیؐ کے حکم کی تعمیل کرنے والا نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا) اور اپنے پیرووں کو بھی قیامت تک دنیاوی گمراہی اور اُخروی ہلاکت کے سپرد کر گئے)۔

☆ معمّر بن خلّاد کا بیان ہے کہ آپ مجھے ساتھ لیکر ایک وادی تک تشریف لے گئے اور وہاں مجھے روک کر خود آگے چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو چہرہ اداس تھا۔ میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں طوس گیا تھا جہاں میرے والد کی شہادت ہوگئی اور میں اُن کی نماز جنازہ پڑھ کر آ رہا ہوں۔

(اللہ نے معصومین علیہم السلام کو ہمیشہ یہ کمال بھی عنایت فرمایا ہے کہ اُنھیں فاصلوں اور مسافتوں کا تابع نہیں قرار دیا بلکہ فاصلوں اور مسافتوں کو اُن کا تابع بنایا ہے کہ وہ لمحات میں جتنی مسافتوں کا چاہیں سفر کر سکتے ہیں جس کی مثال حضور نبی کریمؐ

کا سفر معراج بھی ہے)۔

امام محمد تقی علیہ السلام کے شاگرد اور اصحاب:

۱۔ابو جعفر احمد بن محمد بن ابو نصر بزنطی ،کوفی:

یہ امام علی رضا علیہ السلام کے بعد امام تقی علیہ السلام کے مخصوص شاگردوں میں سے تھے اور انتہائی معتبر اور قابل اعتبار تھے۔ان کے اعتبار کا یہ عالم تھا کہ جو روایت بھی نقل کر دیتے تھے اُس کا سلسلۂ سند نہیں دیکھا جاتا تھا اور اسے تسلیم کر لیا جاتا تھا کیونکہ وہ کبھی غیر معتبر روایت نقل ہی نہیں کرتے تھے۔ان کی ۲۲۱ھ میں وفات ہوئی۔

۲۔ابو محمد فضل بن شاذان بن خلیل ازدی نیشاپوری:

ایک سو اسّی کتابوں کے مؤلف تھے اور نہایت معتبر انسان تھے۔امام حسن عسکری علیہ السلام نے دو تین مرتبہ اُن کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے۔محمد بن ابی عمیر اور صفوان بن یحییٰ کے بعد قوم میں روایات کے مرجع تقلید کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

(حقیر کو نیشاپور میں ان کی قبر کی زیارت کا شرف کئی بار حاصل ہو چکا ہے۔)

۳۔ ابوالحسن علی بن مہزیار اہوازی:

امام محمد تقی علیہ السلام نے ایک خط میں اُنھیں نصیحت قبول کرنے والا، اطاعت کرنے والا، خدمت واحترام اور فرائض کامکمل ادا کرنے والا لکھا ہے اور لکھا کہ میں اگر یہ کہوں کہ "میں نے تم جیسا انسان نہیں دیکھا تو سچائی کی حد کے اندر ہی رہونگا"۔

ان کے والد اپنے علمی کمال کی بنیاد پر امام تقیؑ اور امام نقیؑ دونوں کے بعض علاقوں میں وکیل تھے۔

۴۔ ثقۃ الاسلام محمد بن ابی عمیر بغدادی:

یہ انتہائی معتبر اور جلیل القدر انسان تھے اور ان کی عظمت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بعض حضرات نے انھیں سلمان فارسی کے بعد سب سے بڑا فقیہ مانا ہے۔

مامون (نا) رشید کے حکم سے 'سندی بن شاہک' (جس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے قید خانہ میں زہر دیکر قتل کیا تھا) نے اُنھیں شیعہ ہونے کے جرم میں ۱۲۰ کوڑے مارے اور قید خانہ میں ڈال دیا جس پر چونکہ وہ دولت مند انسان تھے لہٰذا ایک لاکھ اکیس ہزار درہم دیکر رہائی حاصل کی ورنہ پوری زندگی قید خانہ میں ہی گزارنا پڑتی۔ ان سے حکومت نے اتنا ٹیکس لیا کہ بالکل محتاج ہو گئے اور فاقوں کی

نوبت آ گئی لیکن ایک شخص جس کو یہ دس ہزار درہم قرض دیکر بھول گئے تھے جب اُن کے حالات کے بارے میں سنا تو اپنا گھر بیچ کر قرض واپسی کے لئے پیسہ لیکر آیا۔ اُنھوں نے پوچھا تمہیں اتنے پیسہ کہاں سے ملے تو اُس نے گھر بیچنے کے بارے میں بتادیا۔ اس پر انھوں نے اسے واپس کردیا کہ امام صادق نے قرض واپس لینے کے لئے کسی کو گھر سے نکالنے سے منع کیا ہے لہذا میں اپنا پیسہ واپس نہ لونگا۔

۵۔ محمد بن سنان ابوجعفر الزاہری:

یہ بھی انتہائی معتبر اور موثق انسان تھے اور ان کے لئے امام محمد تقی علیہ السلام نے دعائے خیر فرمائی کہ ''خدا ان سے اس لئے راضی ہے کیونکہ میں ان سے راضی ہوں، انھوں نے نہ میری اور نہ ہی میرے پدر بزرگوار کی مخالفت کی ہے''۔

یہ نابینا ہوگئے تھے تو امام تقیؑ نے آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر اُنھیں بینا بنادیا تھا یعنی یہ امامؑ کی نظر میں معتبر ہی نہ تھے بلکہ اُن پر امامؑ نے اپنا معجزہ بھی ظاہر فرما کر اُنھیں بانظر بنادیا تھا۔

امام محمد تقی علیہ السلام کے اقوال زریں:

☆ اللہ پر بھروسہ ہی ہر شئی کی قیمت اور ہر بلندی کا ذریعہ ہے۔

(ظاہری بات ہے کہ اللہ پر بھروسہ ہی سب سے بڑی دولت ہے کہ یہ دولت کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے اور اس کے علاوہ ساری دولتیں مٹ جانے والی

ہیں۔اے کاش کہ ہمیں اس دولت کا احساس ہوتا اور ہم چند روزہ ثروت کے پیچھے بھاگنے کے بجائے حقیقی دولت حاصل کرنے کی فکر کرتے۔)

☆ مومن کی عزت،لوگوں سے بے نیازی میں ہے۔

(خدا نہ کرے کہ ایسی نوبت کبھی کسی پر آئے کہ انسانوں میں سے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے کہ اس سے ساری عزت ختم ہو جاتی ہے۔فقر و فاقہ میں گزارتے رہنے میں تو عزت بنی رہتی ہے مگر ہاتھ پھیلا دینے میں عزت چلی جاتی ہے)۔

☆ جس نے خدا کی راہ میں ایک دوست بنالیا گویا اس نے جنت میں ایک گھر بنالیا۔

(اسلام کی نظر میں مسلمان کا ہر کام اللہ کے لئے ہونا چاہئے اور اگر ایسا ہوگا تبھی اسکا اجر وثواب بھی حاصل ہوگا۔دوستی اور دشمنی کا بھی ذاتی معیار نہ ہونا چاہئے بلکہ جو خدا کے احکام کا لحاظ کرنے والا ہو وہ ہمارا دوست ہو اور جو بے دین ہو اس سے ہمارا تعلق نہ ہو۔اور اگر ایسا ہم نے کرلیا تو یقیناً جنت میں گھر کے مستحق ہو جائیں گے۔)

☆ غلط اور برے آدمی کے ساتھ سے پرہیز کرو کہ وہ برہنہ تلوار کی طرح ہے،دیکھنے میں چمکدار لیکن حقیقت میں برا ہوتا ہے۔

(غلط اور برا آدمی ہوسکتا ہے کہ دیکھنے میں خوبصورت نظر آئے مگر وہ اپنی

عادت کے مطابق ہمیں بھی یا تو برا بنا دے گا یا کم از کم برائی کو برا نہ نظر آنے دے گا اور بالآخر ہم بھی برے ہو جائیں گے۔)

☆ ''صبر پر تکیہ کرو، فقر کو گلے لگاؤ، خواہشات کو چھوڑ دو، ہوا و ہوس کی مخالفت کرو، اور یہ خیال رکھو کہ تم خدا کی نگاہوں سے غائب نہیں ہو سکتے ہو، تو اب فیصلہ کرو کہ اس (خدا) کے سامنے کیسا رہنا چاہتے ہو۔؟''

(انسان کی زندگی کے سخت مراحل انھیں چیزوں سے عام طور پر متعلق ہوتے ہیں: صبر، فقر، خواہشات اور ہوا و ہوس۔ بے صبری، عبادت سے دور کر دیتی ہے، فقیری حدِ کفر سے قریب کر دیتی ہے، خواہشات حدِ حلال سے نکال دیتی ہیں اور ہوا و ہوس حدِ حرام میں پہونچا دیتے ہیں۔ اگر انسان ان پر قابو پالے تو پھر خدا کے سامنے ویسا ہی رہے گا جیسا اُسکا خدا چاہتا ہے۔)

سوالات:

۱۔ امام محمد تقی علیہ السلام کے زہد وتقویٰ کی کوئی ایک مثال لکھئے؟

۲۔ امام محمد تقی علیہ السلام کے معجزات میں سے کوئی ایک لکھئے؟

۳۔ امام محمد تقی علیہ السلام کے شاگردوں میں سے کسی ایک کا بیان کیجئے؟

۴۔ امام محمد تقی علیہ السلام کے کوئی دو اقوالِ زریں لکھئے؟

۵۔ امام محمد تقی علیہ السلام کے کسی ایک قول کی تربیتی تشریح کیجئے؟

تاریخ وسیرت نقی وہادی

حضرت امام علی بن محمد علیہما السلام

نام نامی	: علی (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
کنیت	: ابوالحسن الثالث
القاب	: نقی، ہادی، ناصح، امین وغیرہ
والد محترم	: امام محمد بن علی (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: سمانہ مغربیہ (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۵ر رجب المرجب ۲۱۴ھ، (صریا) مدینہ منورہ
آغاز امامت	: ۲۹ر ذیقعدہ ۲۲۰ھ
تاریخ ومقام شہادت	: ۳ر رجب المرجب ۲۵۴ھ، سامرا
قاتل (ملعون)	: معتز بن متوکل
کُل عمر	: ۳۹ر سال، ۱۱ر ماہ، ۲۸ر دن
مدفن	: سامرا، عراق

تاریخ وسیرتِ مرسل اعظم

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۲)

جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ عام طور پر رسول خداؐ کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) مکہ (ہجرت سے قبل) کی زندگی اور (۲) مدینہ (ہجرت کے بعد) کی زندگی۔ مکۂ مکرمہ میں گزاری ہوئی زندگی کو ''مکی زندگی'' اور مدینۂ منورہ میں گزاری جانے والی زندگی کو ''مدنی زندگی'' کہا جاتا ہے۔

مکی زندگی کا ایک مختصر خاکہ آپ نے گزشتہ سبق میں پڑھ کر یاد کرلیا ہے اور اب مدنی زندگی کا مختصر خاکہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ مرسل اعظمؐ کی پُر برکت زندگی کا ایک نقشہ ہماری نگاہوں کے سامنے آجائے اور اُسی کا اتباع کرتے ہوئے ہم اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکیں۔

<u>مرسل اعظمؐ کا سفر زندگانی (۲):</u>

☆ ہجرت کے بعد مدینہ پہونچنے سے قبل ''قبا'' نامی قریہ میں قیام کیا اور

تاریخ وسیرت نقی وہادی

حضرت امام علی بن محمد علیہما السلام

(۱)

ماہ رجب ۲۱۴ھ کی پانچویں تاریخ تھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سلسلۂ ہدایت کو آگے بڑھانے کے لئے عصمت کے بارہویں مہر تاباں اور امامت کے دسویں نیّر فروزاں کو امام علی نقی علیہ السلام کی شکل میں امام محمد تقی علیہ السلام کی آغوش پُر فیض و برکت میں بھیجا۔

آپ کا نام منشاء الٰہی سے ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی پر ''محمد'' قرار پایا اور القاب میں 'نقی' اور 'ہادی' سب سے زیادہ مشہور ہوئے اگرچہ ایک لقب 'متوکل' بھی ہوا کرتا تھا جس سے یاد کرنے کو آپ نے منع بھی فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ لقب کی یکسانیت کو کردار کی یکسانیت بھی نہ سمجھنے لگیں اور کہیں بادشاہ وقت کا لقب استعمال کرنے کی بنا پر اُسے مزید ظلم ڈھانے کا بہانہ نہ مل جائے۔

سامراء کا ایک محلّہ 'عسکر' بھی تھا جس کی وجہ سے آپ کو بھی 'عسکری' کہا جاتا

تھا جیسا کہ آپ کے فرزند گرامی کا لقب بھی، بلکہ مشہور ترین لقب ''عسکری'' ہی ہے کیونکہ وہ وہاں زیادہ عرصہ تک رہے ہیں، اور اسی محلّہ کی رہائش کی بنا پر دونوںؑ کو ملا کر ''عسکریین'' کہا جاتا ہے جیسا کہ امام کاظمؑ اور امام تقیؑ کو ملا کر ''کاظمین'' کہا جاتا ہے۔

آپ کی کنیّت ''ابوالحسن الماضی'' بھی تھی جبکہ مشہور کنیّت ''ابوالحسن الثالث'' تھی (عربی میں ثالث، تیسرے کو کہتے ہیں) جس کی وجہ یہ تھی کہ اس سے قبل پہلے ''ابوالحسن'' امام موسیٰ کاظمؑ تھے اور دوسرے ''ابوالحسن'' امام علی رضاؑ تھے۔

آپ کی ولادت مدینہ منورہ سے ذرا سے فاصلہ پر واقع ''صریا'' نامی قریہ میں ہوئی جہاں امام محمد تقی علیہ السلام اکثر و بیشتر قیام فرمایا کرتے تھے۔ اور اس قیام کی شاید وجہ یہ رہی ہو کہ جیسا کہ امام تقیؑ کے احوال میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ نے اپنی پہلی بیوی اُم الفضل جو ''سرکاری بیٹی'' تھی، کے ہوتے ہوئے اس کی دین سے دوری کی بنا پر دوسرا عقد جناب سمانہ مغربیہ سے فرما لیا تھا، تو ہو سکتا ہے کہ گھریلو اختلافات سے کنارہ کشی کے لئے آپ نے جناب سمانہ کو وہیں رکھا ہو اور پروردگار عالم نے اُسی مقام پر آپ کو نعمتِ فرزند سے سرفراز فرمایا ہو۔

امام علی نقی علیہ السلام کا نسب شریف:

امام علی نقی علیہ السلام کے والد امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی

بن حسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام تھے کہ اس سے بہتر سلسلۂ نسب کائنات میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ یہ سلسلہ، سرکار دو عالمؐ کے سلسلہ کی شکل میں جناب اسماعیل ذبیح اور ابراہیم خلیل علیہما السلام تک پہونچتا ہے کہ جس کے لئے خود حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ جیسا نسب کسی کو بھی نہیں عنایت فرمایا ہے۔

آپ کی والدہ گرامی جناب ''سمانہ مغربیہ'' تھیں جن کا تعلق اگرچہ دائرۂ عرب سے نہیں تھا لیکن آپ نہ صرف 'اُم الفضل' جیسی بلکہ مسلمانوں کی ہزارہا عورتوں سے ہر اعتبار سے بہتر تھیں اور یہی وجہ تھی کہ امام تقی علیہ السلام نے عرب کی خاتون کے ہوتے ہوئے ملکِ 'مغرب' جو عرب سے باہر کا حصہ ہے، سے تعلق رکھنے والی خاتون سے عقد فرمایا تھا۔

جناب سمانہ کا ذکر بھی اُم الفضل کے ساتھ نہ ہونا چاہئے کیونکہ کہاں وہ دنیادار، عیش وطرب کی دلدادہ، موسیقی کی رسیا اور رسم وراہ دنیا پر جان دینے والی جسے امامؑ اور امامت کا کوئی انداز نہ بھاتا رہا ہو اور جو بالآخر امامؑ ہی نہیں بلکہ وہ امامؑ جو شوہر بھی رہا ہو، کی جان لیوا اور قاتل بن گئی ہو۔۔۔ اور کہاں وہ عظیم کردار اور عبادت شعار خاتون جس کی کم ترین تعریف بھی اس انداز میں کی گئی ہو کہ آپ ''صائمۃ الدھر'' تھیں۔ (عربی میں صوم روزہ کو کہا جاتا ہے اور صائمہ روزہ رکھنے والی خاتون کو، اور دھر، زمانہ یا پورے سال کو کہا جاتا ہے) یعنی آپ ہمیشہ پورے سال روزہ رہا کرتی

تھیں اور ہمیشہ عبادت پروردگار میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ جس کی روایات میں بے انتہاء فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اور بعض روایات میں پورے سال روزہ نہ رکھ پانے والے کے لئے بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہر مہینہ میں صرف تین دن روزہ رکھ لیتا ہے تو قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم ایک نیکی انجام دو گے تو ہم اسے دس برابر کر دینگے، تو اس طرح اس کے تین روزہ بھی تمیس روزہ کا اجر حاصل کر لینگے اور اُسے بھی صائم الدہر ہونے کا اجر مل جائے گا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مجبوری کا علاج یا اللہ کے کرم کو چالاکی کا نسخہ نہ بنالینا چاہئے۔ اور کوشش کرنا چاہئے کہ انسان اس فضیلت تک پہونچ سکے اور اگر اس فضیلت تک نہ بھی پہونچ سکے تو کم از کم اجر وثواب میں وہ درجہ بہر حال حاصل کر لے۔

امام علی نقی علیہ السلام کے عہد کے بادشاہان وقت:

آپ کی ولادت ۲۱۴ھ میں ہوئی اور یہ زمانہ مامون (نا) رشید کا تھا۔ ۲۱۸ھ میں معتصم باللہ تخت نشین ہوا۔ ۲۲۷ھ میں اس کے بیٹے واثق نے حکومت سنبھالی۔ ۲۳۲ھ میں متوکل کو حکومت ملی اور اس نے ۲۴۷ھ تک ظلم و جور کی ساری حدیں توڑ دیں۔ اور پھر چند برسوں میں اس کے تین بیٹے پے در پے حکومت پر قابض ہوتے رہے چنانچہ ۲۴۷ھ میں منتصر، ۲۴۸ھ میں مستعین اور ۲۵۲ھ میں معتز بن متوکل تخت نشین ہوا اور اس ملعون نے ۲۵۴ھ میں امام علی نقی علیہ السلام کو زہر دیکر

شہید کر دیا۔

ان تمام ظالم بادشاہوں میں بھی سب سے بدترین کردار کا مالک اور سب سے زیادہ ظلم و جور کرنے والا متوکل تھا۔ جس کے محل میں چار ہزار کنیزیں تھیں جو سب کی سب اُس کے جنسی تصرف میں رہا کرتی تھیں۔ بے تحاشہ شراب پیتا تھا اور سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں صاحبان ایمان کو قتل کیا جن میں ابن السکیتؒ جیسے ادیب و صاحب کمال بھی شامل تھے۔ اُن سے سوال کیا کہ بتاؤ میرے دونوں بیٹے بہتر ہیں یا فرزندان رسول حسنؑ اور حسینؑ؟ ابن السکیتؒ نے صاف جواب دیا کہ تیرے بیٹے تو اُن کے غلام قنبر کے برابر بھی نہیں ہیں! اس جواب پر ان کی زبان گدّی سے کھنچوالی اور انھیں موت کی گھاٹ اُتار دیا جبکہ وہ دربار کے معتبر ترین افراد میں شمار ہوتے تھے۔

اسی متوکل نے امام حسین علیہ السلام کا نشان قبر بھی مٹانا چاہا اور نہر کے پانی کو موڑ کر اس کے بہاؤ میں نشان قبر کو بہا دینا چاہا لیکن جب پانی روانہ ہوا اور قبر سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہونچا تو اس سے پہلے ہی رُک گیا، پانی کا ریلا آتا گیا اور وہیں رُکا ہوا دیوار کی طرح بلند ہوتا گیا اور کسی صورت میں بھی قبر تک نہ پہونچا۔ نتیجتاً قبر حسینؑ کو مٹانے والے کا نام و نشان تو ڈھونڈھے بھی نہیں ملتا مگر آج تک روضہ حسینی جگمگا رہا ہے اور ساری دنیا سے زیارت کے لئے آنے والے

فیضیاب ہو رہے ہیں۔

مٹانے والوں کا نام و نشاں مِٹا لیکن
خدا کا شکر کہ قبرِ حسینؑ ہے ابتک

امام علی نقی علیہ السلام کا بچپن:

☆ چونکہ امام علی نقی علیہ السلام بچپن میں ہی اپنے والد گرامی کے بغداد بلا لئے جانے کی بنا پر مدینہ میں تنہا رہ گئے تھے جس کی بنا پر کچھ ہمدردوں، جن میں عمر بن فرح نمایاں تھے، کواُن کی تعلیم وتربیت کی فکر ہوئی اور اُنھوں نے اس زمانے کے جلیل القدر سمجھے جانے والے عالم عبید اللہ جنیدی کو معلّم مقرر کر دیا۔ کچھ دنوں بعد جب بچہ کا احوال دریافت کیا گیا تو جنیدی نے کہا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اِس بچہ کو تعلیم دیتا ہوں جبکہ خدا کی قسم میں اُن سے تعلیم حاصل کرتا ہوں اور اُن کا علم و فضل مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔ وَاللہِ ھٰذَا خیرُ اھلِ الارضِ۔

☆ آپ کی عمر تقریباً صرف پانچ برس ہی تھی کہ معتصم نے آپ کے والد کو گرفتار کر کے مدینہ سے بغداد طلب کر لیا اور آپ مدینہ میں تنہا رہ گئے۔ اس کے بعد امام تقی علیہ السلام کو بغداد میں ہی شہید کر دیا گیا اور آپ کو دوبارہ اپنے والد سے ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن اس زمانے میں بھی آپ مسلسل مدینہ میں اپنے علم و فضل وکمال سے دنیا کو دین اسلام کی تعلیم وتربیت فرماتے رہے اور وقتاً فوقتاً لوگوں

کو علمی فیوض و برکات سے مزین کرتے رہے۔ جس کی مثالیں تاریخی حوالوں میں موجود ہیں۔

امام کے بقیہ احوال کا ذکر آئندہ سبق میں کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

سوالات:

۱۔ امام علی نقی علیہ السلام کی تاریخ وسن ومقام وسبب مقام ولادت لکھئے؟

۲۔ امام علی نقی علیہ السلام کا دادھیالی نسب شریف لکھئے؟

۳۔ امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ کی کوئی ایک فضیلت لکھئے؟

۴۔ امام علی نقی علیہ السلام کے عہد کے ظالم بادشاہوں کے نام لکھئے؟

۵۔ امام علی نقی علیہ السلام کے بچپن کی کوئی ایک فضیلت لکھئے؟

تاریخ وسیرت نقی وہادی

حضرت امام علی بن محمد علیہما السلام

(۲)

یوں تو تمام ائمہ علیہم السلام کی زندگیاں ظلم و جور سے بھری رہی ہیں اور اُن پر ہر دور میں طرح طرح کے ظلم وستم ڈھائے جاتے رہے ہیں لیکن اُن سب میں امام علی نقی علیہ السلام کی داستان ظلم وستم کچھ دوسروں سے جداگانہ ہے کہ جس طرح کے مظالم و مصائب و شدائد ابتدائے زندگانی سے آپ نے اُٹھائے ہیں، وہ اندازِ مظلومیت دوسری جگہوں پر شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔

امام علی نقی علیہ السلام پر منفرد مصیبت:

ائمہ علیہم السلام پر ہونے والے مصائب کو یوں بھی مختصر لفظوں میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے حیات رسول اسلامؐ میں بھی اور اُن کے بعد بھی بہت مصیبتیں برداشت کیں، امام حسنؑ نے جام زہر تک پیا، امام حسینؑ شہید جفا قرار پائے، امام سجادؑ گرفتار اسیر ومحن رہے، امام باقرؑ وصادقؑ پر حکومت کی سختیاں رہیں،

امام کاظمؑ نے زندانوں میں زندگی گزاری، امام رضاؑ نے جلاوطنی کا داغ دیکھا، امام تقیؑ نے بچپن سے ہی مصیبتوں میں گزاری۔۔۔لیکن امام علی نقی علیہ السلام نے جیسی مصیبت ابتدائے بچپن سے دیکھی ویسی مصیبت کا سامنا کسی امامؑ نے نہیں کیا۔

آپ نے جب اس دنیا میں اپنی آنکھیں کھولیں اور مدینہ کو اپنے نورِ نظر سے منور کیا، اس وقت کا عالم یہ تھا کہ آپ اپنے والد کی دوسری بیوی کے فرزند تھے اور والد کی پہلی بیوی بادشاہ زادی تھی جسے نہ صرف اس گھرانے کا ماحول پسند نہیں تھا بلکہ اپنی اپنی بدتمیزیوں کی بنا پر اس مقدس گھرانے کا ماحول بھی خراب کرنے کی ٹھانی ہوئی تھی اور صبح وشام ایک طوفان بدتمیزی گھر میں مچا رہتا تھا۔ جس کا شکار والد گرامی اور والدۂ محترمہ کے ساتھ ساتھ امام نقی علیہ السلام بھی ہو رہے تھے۔

اور سرکاری بیوی کو چونکہ سب سے زیادہ آپ کی ولادت ہی شاق گزری تھی لہٰذا اس نے سب سے زیادہ آپ ہی کو اپنی شرارتوں کا نشانہ بھی بنایا ہوگا۔ اسی بنا پر اس نے مسلسل حکومت وقت سے آپ کے والد گرامی کی شکایتوں کا تانتا باندھ دیا، جس کے نتیجے میں امام تقی علیہ السلام کو گرفتار کر کے مدینہ سے بغداد بلا لیا گیا اور آپ بچپن میں ہی سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔

ایسے بچے عام طور سے ذہنی اعتبار سے تناؤ کا شکار رہتے ہیں اور ان کی فکری صلاحیتیں دنیا کے سامنے نہیں آپاتیں۔ لیکن اس کے باوجود امام نقی لیہ السلام نے جو

کارنامے دنیا کے سامنے پیش فرمائے ہیں، ان کی کچھ مثالیں یہاں ذکر کی جا رہی ہیں:

امام علی نقی علیہ السلام کے علمی کمالات:

☆ امام علی نقی علیہ السلام نے نوفلی سے فرمایا کہ خدا نے آصف بن برخیا کو تہتّر میں سے صرف ایک اسمِ اعظم عطا فرمایا تھا جس کے ذریعہ سے وہ پلک جھپکنے سے پہلے ہی بلقیس کو بمع اس کے تخت کے دربارِ جناب سلیمان میں لے آئے تھے۔ اور اللہ نے ہمیں بہتّر اسماء کا علم دیا ہے تو تم ہمارے علم وقدرت کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے ہو۔ ایک اسمِ اعظم اس نے اپنی ذات سے مخصوص رکھا ہے۔

خیال رہے کہ علم کا کام قدرت دکھانا نہیں ہے بلکہ علم معرفت میں اضافہ کا نام ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں بھی ذکر ہوا ہے کہ عالم اور جاہل کی مثال کسی درخت کی خالی اور پھلوں سے بھری شاخ کی مانند ہے کہ درخت کی خالی شاخ اَکڑی اور تنی ہوئی رہتی ہے جبکہ جیسے جیسے پھل بڑھتے جاتے ہین شاخ میں جھکاؤ بڑھتا جاتا ہے۔ عالم بھی ایسا ہوتا ہے کہ جیسے جیسے اس میں علم کا اضافہ ہوتا جاتا ہے اس مین تواضع اور انکسار بڑھتا جاتا ہے۔ اب کوئی یہ سوال نہ کرے کہ امامؑ میں اتنا علم تھا تو اس کے ذریعہ سے دنیاوی فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟!!۔

☆ امام نقی علیہ السلام تقریباً بارہ تیرہ برس کے تھے کہ آپ ایک راستے پر

انتظار کرتے رہے یہانتک کہ نفس اللہ حضرت علیؑ، مکہ والوں کی امانتیں ادا کر کے اور خاندان کی خواتین کو لیکر پہونچ گئے۔ یہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر کی جس میں دو رکعت نماز کا ثواب ایک عمرہ کے برابر قرار دیا اور پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

☆ مدینہ میں قیام کا یہ انتظام فرمایا کہ اپنے ناقہ کو چھوڑ دیا کہ جس کے دروازے پر رُک جائے گا وہیں قیام کرونگا اور اِس طرح جناب ابوایوب انصاری کے گھر قیام ہوا۔

☆ ہجرت کے پہلے ہی سال میں مدینہ میں مسجد تعمیر فرمائی تا کہ مسلمانوں کو احساس رہے کہ مسجد کا قیام گھر بنانے سے زیادہ اہم ہے۔

☆ ۲ھ میں متعدد واقعات پیش آئے۔ کفارِ مکہ نے رسول اللہؐ کے اپنے ہاتھ سے نکل جانے کی ناکامی کا بدلہ لینے کے لئے مسلمانوں پر چڑھائی کر دی اور مقام بدر پر اسلام وکفر کے درمیان پہلی جنگ ''جنگ بدر'' ہوئی، اس میں ۹۵۰ کفار اور ۳۱۳ مسلمانوں نے شرکت کی، مسلمان نہتے تھے اور کفار اسلحوں سے لیس۔ لیکن اللہ نے مسلمانوں کی قوتِ ایمان کے سبب ہزاروں فرشتوں کے ذریعہ مدد کی اور مسلمان کامیاب ہوئے۔ اس جنگ میں ۷۰ کفار مارے گئے جن میں ۳۵ کو تنہا امام علیؑ نے قتل کیا اور باقی کے قتل میں آپ معاون رہے (جس کا بدلہ وارثِ کفارِ مکہ یزید، واقعۂ کربلا کی شکل تک میں لیتا رہا)۔

کھڑے ہوئے تھے اور ادھر سے ترکی فوج کا گزر ہوا اور آپ نے ایک سپاہی سے اسی کی زبان میں باتیں کرنا شروع کردیں جس پر وہ قدموں پر گر پڑا کہ جس نام سے مجھے آپ نے پکارا ہے وہ میرے باپ کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کوئی ولی خدا ہیں۔

☆ ابوہاشم کے سامنے آپ نے ایک دن ہندی زبان میں باتیں شروع کر دیں جس پر اُنھوں نے اس زبان کے نہ جاننے کا شکوہ کیا تو آپ نے ایک کنکری اُٹھا کر اس پر اپنا لعاب دہن لگا کر ان کے منہ پر رکھ دیا اور وہ ستّر زبانوں کے ماہر ہو گئے۔

☆ اسحاق بن عبد اللہ ایک دن آپ کی خدمت میں ایک بحث کا فیصلہ کرانے آئے تو آپ نے دیکھتے ہی کہا کہ اگر چچا سے فیصلہ چاہتے ہو تو سنو، سال کے چار اہم روزے ہیں: ۱۔ ۱۷ر ربیع الاول (روز ولادت مرسل اعظمؐ، جن کے طفیل میں زمین بنائی گئی) ۲۔ ۲۵ر ذیقعدہ، روز دحو الارض (جس دن زمین بچھائی گئی) ۲۷ر رجب، روز بعثت (جس دن حضورؐ زمیں پر مبعوث ہوئے) اور ۱۸ر ذی الحجہ، روز عید غدیر (جس دن اعلان ولایت علیؑ پر اکمال دین اور اتمام نعمت ہوا)۔

☆ متوکل کو زہر دیا گیا تو اس نے نذر کر لی کہ شفایاب ہو گیا تو مال کثیر تقسیم کریگا۔ شفا ہو گئی تو سوال یہ اٹھا کہ کتنا مال بانٹا جائے؟ لوگوں نے الگ الگ مقدار

بتائی مگر کوئی دلیل نہ دے سکا۔ امامؑ سے سوال ہوا تو فرمایا کہ اسّی درہم صدقہ دیدے جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کی اسّی مقامات پر مدد فرمائی اور قرآن مجید میں کہا کہ میں نے آپ کی کثیر مواقع پر مدد کی ہے۔

☆ بادشاہ روم نے خلیفہ کو خط لکھا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ جس سورۃ میں ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف، یہ سات حروف نہ ہوں اُس کی تلاوت کرنے والا جنت میں جائے گا۔ یہ کون سی سورۃ ہے؟ تمام علماء سے جواب طلب کیا گیا مگر کوئی بھی جواب نہ دے سکا تو امامؑ کو طلب کر کے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: یہ سورۂ حمد ہے کہ اس میں مذکورہ سات حروف نہیں ہیں۔ (اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ حروف منحوس ہیں یا دوسرے سورے پڑھنے والے جنت میں نہ جائیں گے بلکہ اس میں یہ راز تھا کہ یہ بات بادشاہِ روم کو معلوم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جواب سن کر بادشاہِ روم مطمئن ہو گیا اور مسلمان ہو کر تاعمر مسلمان ہی رہا۔

☆ جب آپ تقریباً بیس برس کے تھے تو ایک اسباطی شخص عراق سے مدینہ آیا اور آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے اُس سے واثق اور ابن الزیات کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے واثق بادشاہ کی خیریت بتائی اور ابن الزیات کے بارے میں بتایا کہ حکومت کی باگ ڈور اُسی کے ہاتھ میں ہے اور خوب مزے کر رہا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: تیری معلومات ناقص ہیں، واثق مر چکا ہے اور ابن الزیات کا متوکل نے خاتمہ کر دیا

ہے۔ اس نے پوچھا یہ سب کب ہوا؟ فرمایا: تیرے نکلنے کے چھ دن بعد۔ پچھ دنوں بعد تمام باتوں کی بالکل ویسی ہی تصدیق ہوئی جیسا امامؑ نے فرمایا تھا۔

امام علی نقی علیہ السلام کے کرامات:

☆ امام علی نقی علیہ السلام نے محمد بن فرُج کو خط لکھ کر کہا کہ اپنا سامان درست کرلو اور اسلحے سنبھال لو۔ مجھے حیرت تھی کہ یہ کیوں لکھا ہے کہ ایک دن مصر کی فوج نے مجھ پر حملہ کر کے مجھے گرفتار کرلیا اور میں آٹھ سال جیل میں رہا۔ ایک دن آیا جس میں امامؑ نے لکھا تھا کہ مغرب کی طرف نہ جانا! میں نے سوچا کہ میں تو قید میں ہوں، کہیں جانے کا کیا سوال ہے؟ کچھ ہی دنوں میں رہائی کا حکم آ گیا۔ میں نے امامؑ سے سامان کی واپسی کی دعا کے لئے کہا تو فرمایا کہ چند دنوں میں مل جائے گا اور پھر ویسا ہی ہوا اور مجھے میرا سارا سامان واپس مل گیا۔

☆ علی بن الحصیب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ راستہ میں مَیں امامؑ کے ساتھ میں چل رہا تھا کہ میں آگے بڑھ گیا اور امامؑ سے بھی آگے بڑھنے کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم کو مجھ سے آگے ہی منزل تک جانا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امامؑ کی حیات میں ہی چند دنوں بعد اُنکا انتقال ہوگیا۔

☆ ابوایوب نے خط کے ذریعہ اپنی زوجہ کے حاملہ ہونے کی خبر کے ساتھ بیٹا ہونے کی دعا کا تقاضہ کیا تو جواب میں فرمایا کہ بیٹا پیدا ہوگا اور اس کا نام محمد

رکھ دینا۔

☆ یحیٰ بن زکریا نے بھی اپنی زوجہ کے حاملہ ہونے کی خبر دیکر بیٹا ہونے کی دعا کا تقاضہ کیا تو فرمایا کہ بہت سی بیٹیاں بیٹوں سے بہتر ہوتی ہیں (اور اس طرح بیٹی ہونے اور اس کے بیٹوں سے بہتر ہونے، دونوں باتوں کی بشارت دیدی۔) اور یہ بعینہ وہی جواب تھا جو قرآن میں اللہ نے جناب مریم کی بشارت پر دیا تھا۔

☆ ابو ہاشم نے اپنی غربت کا بیان کیا تو ایک مٹھی ریت دامن میں ڈال دی اور فرمایا اِسے بیچ کر اپنا کام چلالو۔ اب جو اُنھوں نے بغور دیکھا تو مٹی سونا بن چکی تھی۔

☆ شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ بادشاہِ وقت کو ایک مرتبہ امامؑ کو اپنی فوجوں کی نمائش کا شوق ہوا تو اُس نے ایک ٹیلہ بنوا کر اس پر امامؑ کو لیجا کر اپنی فوج دکھائی جو نوّے ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ جب بادشاہ اپنی فوج دِکھا چکا تو امامؑ نے فرمایا کہ اب میرا اقتدار دیکھ لے۔ اور یہ کہکر اسکی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا، جیسے ہی بادشاہ کی نظریں اُٹھیں، دیکھا کہ زمین سے آسمان تک فوج ہی فوج ہے، جسے دیکھ کر بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ امامؑ نے اُسے ہوش میں لا کر کہا کہ گھبرا مت ہم اہلبیتؑ اپنے اختیارات کا استعمال نہیں کیا کرتے۔

☆ متوکل کے دور میں ایک عورت نے زینب بنت علیؑ و فاطمہؑ ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں رسول خداؐ کی دعا سے ہر چالیس پچاس سال میں دوبارہ جوان

ہوجاتی ہوں۔ کوئی بن نہ پڑی تو امامؑ کو بلایا، آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیتؑ کا خون درندوں پر حرام ہے۔ اسے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے حقیقت روشن ہوجائے گی۔ متوکل نے کہا کہ پہلے یہ واقعیت آپ ہی پر تجربہ ہوجائے، آپ کو شیر خانہ میں لیجایا گیا، جیسے ہی درندوں نے آپ کو دیکھا قدموں پر سر رکھ کر چومنے لگے اور آپ نے بھی اُن پر دستِ شفقت پھیر کر اُنھیں خوش کیا۔ اور زینب کذابہ کی حقیقت بھی سامنے آگئی۔

امام علی نقی علیہ السلام کی ازواج واولاد:

آپ کی متعدد ازواج سے پانچ اولاد کا تذکرہ ملتا ہے:

ا۔ امام حسن عسکری علیہ السلام جو آپ کے بعد منصبِ امامت وہدایت پر فائز ہوئے۔

۲۔ سید محمد، جن کا روضہ بغداد اور سامرا کے درمیان ''بلد'' میں واقع ہے اور زائرین مسلسل اُن کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ (حقیر کو بھی کئی مرتبہ ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوچکا ہے۔)

۳۔ جعفر، جنھوں نے امام حسن عسکریؑ کی شہادت پر اُنکی نماز جنازہ پڑھانا چاہی اور امام زمانہؑ نے اُن کا دامن کھینچ کر ہٹا دیا کہ یہ منصب میرا ہے کہ امامؑ کی نماز جنازہ صرف امامؑ ہی پڑھا سکتا ہے۔

۴۔ حسین ، یہ نہایت عابد و زاہد تھے اور امام عسکریؑ کی امامت کے قائل تھے ، انکی قبر والد کے پہلو میں سامراء میں ہی ہے۔

۵۔ علیّہ ، یہ آپ کی اکلوتی بیٹی اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی بہن اور امام زمانہؑ کی پھوپھی تھیں۔

امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت:

مدینہ چھوڑنے کے بعد آپ تقریباً گیارہ برس تک بغداد میں انتہائی کسمپرسی کے عالم میں رنج و آفت اور بلاء و مصیبت برداشت کرتے رہے اور نئے نئے حکمرانوں کے مصائب و شدائد کا نشانہ قرار پاتے رہے۔ یہاں تک کہ ۲۵۲ھ میں ظالم و جابر باپ متوکل کا ظالم و جابر بیٹا معتز باللہ بن متوکل حاکم بنا جس نے اپنے باپ کے مظالم کی کسر بھی پوری کردی اور ۳/ رجب ۲۵۴ھ کو حضرتؑ کو زہر سے شہید کرادیا۔

انتقال کے وقت معجزانہ طریقہ سے امام حسن عسکری علیہ السلام تشریف لے آئے ، آپ نے تمام میراثِ انبیاء اُن کے حوالہ کی اور اِس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ امام عسکریؑ نے آپ کی تجہیز و تکفین کی اور نماز جنازہ پڑھی۔ اوران کے غم میں گریبان بھی چاک کیا ، جس پر کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ انبیاء کا طریقہ ہے کہ ہارونؑ کے مرنے پر جناب موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا تھا۔ (شاید یہ منفرد

طریقۂ غم دنیا کو متوجہ کرنے اور والد کو زہر دیکر شہید کئے جانے کی حقیقت کو روشن کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہو۔) انا للہ و انا الیہ راجعون

امام علی نقی علیہ السلام کے اقوال زریں:

☆ جو اپنے آپ سے خوش رہے گا، اُس سے ناراض ہونے والے زیادہ رہیں گے۔

(انسان کو اپنے آپ سے اس طرح خوش رہنا چاہئے کہ مسلسل اپنا محاسبۂ نفس کرتا رہے اور حقوق اللہ و حقوق الناس کی ادائگی پر خوش ہونا چاہئے اور غرور نہ کرنا چاہئے۔)

☆ صابر کی مصیبت اِکہری اور فریادی کی مصیبت دوہری ہوتی ہے۔

(صبر کرنے والا مصیبت کے بعد اجر و ثواب پاجاتا ہے اور مصیبت پر فریاد کرنے والا مصیبت بھی جھیلتا ہے اور اجر بھی کھو دیتا ہے۔)

☆ بیہودہ مزاق احمقوں کی تفریح اور جاہلوں کا ہنر ہے۔

(بیہوہ مزاق میں یہ حماقت ضرور ہوتی ہے کہ اُس سے انسان خود اپنا وقار ختم کر دیتا ہے اور اسکی عزت کم ہو جاتی ہے اور جہالت ظاہر ہو جاتی ہے۔)

☆ بیداری سے نیند اور بھوک سے کھانے کا مزا بڑھ جاتا ہے۔

(انسان اگر اچھی نیند چاہتا ہے تو پہلے عبادات کے لئے جاگے اور پھر

ہو جائے تا کہ نیند کی لذت بڑھ جائے اور پہلے بھوک بڑھ جانے دے تا کہ کھانے کی لذت بڑھ جائے ، تب کھائے ۔اس عمل سے غرباء وفقراء کے حالات کا اندازہ بھی بآسانی ہو جائے گا۔)

☆اُس وقت آخر کو یاد کرو جب گھر والوں کے ساتھ رہو گے مگر نہ کوئی طبیب کام آئے گا نہ ہی کوئی حبیب۔!

(انسان اگر ہر لمحہ اپنی موت کو یاد رکھے تو بہت ساری برائیوں سے خود بخود دور رہے گا، بیشتر برائیاں موت سے غفلت کی بنا پر ہوتی ہیں۔)

سوالات:

۱۔امام علی نقی علیہ السلام کے علمی کمالات میں سے کوئی دو ذکر کیجئے؟

۲۔امام علی نقی علیہ السلام کے کرامات میں سے کوئی دو ذکر کیجئے؟

۳۔امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد کے نام بتائیے؟

۴۔امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کا احوال لکھئے؟

۵۔امام علی نقی علیہ السلام کے کوئی دو اقوال زریں لکھئے؟

تاریخ وسیرت ذکی وعسکری

حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام

نامِ نامی	: حسن (علیہ الصلواۃ والسلام)
کُنّیت	: ابو محمد
القاب	: ذکی، عسکری، ابن الرضا وغیرہ
والد محترم	: امام علی بن محمد (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: حدیثہ خاتون (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۱۰ر ربیع الثانی ۲۳۲ھ، مدینہ منورہ
آغاز امامت	: ۳ر رجب المرجب ۲۵۴ھ
تاریخ ومقام شہادت	: ۸ر ربیع الاول ۲۶۰ھ، سامرا، عراق
قاتل (ملعون)	: معتمد
کُل عمر	: ۲۷ر سال، ۱۰ر ماہ، ۲۸ر دن
مدفن	: سامرا، عراق

تاریخ وسیرتِ ذکی وعسکری

حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام

(۱)

ماہ ربیع الثانی کی دسویں تاریخ ۲۳۲ھ تھی جب امامت کے گیارہویں منصب دار، وارثِ پیغمبر اسلامؐ بن کر اِس دنیا میں تشریف لائے اور ایک مرتبہ پھر ساری کائنات بالخصوص سرزمینِ مدینہ نورِ امامت سے منور ہوگئی۔ آپ کا نام اشارۂ الٰہی سے ''حسن'' رکھا گیا اور کنیت ابو محمد قرار پائی۔ ذکی، عسکری اور ابن الرضا آپ کے القاب میں زیادہ مشہور ہوئے۔ آپ کے والد امام علی نقی علیہ السلام (جو آپ کی ولادت کے وقت صرف تقریباً سولہ برس کے تھے) اور والدۂ گرامی حدیثہ خاتون تھیں جن کی عظمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ آپ تمام عیوب ونقائص سے مبرّا تھیں۔

امام حسن عسکریؑ کے عہد کے بادشاہانِ وقت:

آپ کے زمانے کے بادشاہوں میں وقتِ ولادت واثق باللہ تھا، اس کے

اسی ۲ھ میں تحویلِ قبلہ کا حکم آیا۔ ابتک مسلمان بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے جس کا یہودی ہمیشہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ اگر تمہارا دین ہماری یہودیت سے بہتر ہے تو اپنا قبلہ کیوں نہیں بناتے اور یہ طعنہ، اللہ کے نبیؐ کو ناگوار ہوتا تھا جس پر اللہ نے عین حالتِ نمازِ جماعت میں نبیؐ کو خانۂ کعبہ کی طرف رُخ موڑ لینے کا حکم دیا اور حضورؐ کے ساتھ صرف امام علیؑ نے بھی نبیؐ کی اقتدا میں اپنے رُخ کو موڑ لیا، باقی صحابۂ کرام حضورؐ کے عمل پر شاید شک ہی کرتے رہے۔

اسی ۲ھ میں رسول اسلامؐ نے اپنی اکلوتی بیٹی جناب فاطمہ زہرا، کہ جن کے لئے شوکتِ اسلام دیکھ کر بڑے بڑے لوگوں نے رشتۂ ازدواج دیا تھا اور رسول اللہؐ نے یہ کہکر کہ فاطمہؑ کا رشتہ خدا طے کریگا، سب کے رشتوں سے انکار کر دیا تھا، مولائے کائنات امام علیؑ کے رشتہ دینے پر حکمِ خدا سے رشتہ قبول کر لیا اور یکم ذی الحجہ کو نور (جناب فاطمہ زہراؑ) کا رشتہ نور (امام علیؑ) سے ہو گیا۔

☆ ۳ھ: اس سال کفارِ مکہ نے ہجرتِ پیغمبرؐ اور جنگِ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کی غرض سے مدینہ پر حملہ کر دیا اور مقام اُحد پر گھمسان کی جنگ ہوئی جسے "جنگ اُحد" کہتے ہیں۔ امیر المومنینؑ کی بہادری اور فداکاری سے یہ جنگ مسلمان جیت گئے تھے لیکن جب "مالِ غنیمت" حاصل کیا جانے لگا تو بعض ناعاقبت اندیش مسلمان، جنھیں رسول اللہؐ نے ایک درّے پر آخر تک رہنے کا حکم دیا تھا، اُنھوں نے

بعد متوکل نے ۲۴۷ھ تک حکومت کی، پھر ۲۴۸ھ تک مستنصر اور ۲۵۲ھ تک مستعین نے حکومت کی، اس کے بعد ۲۵۵ھ تک معتز باللہ اور ۲۵۶ھ تک صرف ایک سال مہتدی نے حکومت کی جس کے بعد معتمد باللہ نے حکومت قبضہ میں لے لی اور بالآخر ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو اُسی نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو زہر کے ذریعہ شہید کردیا۔

امام حسن عسکریؑ کا اپنے والد کے ساتھ قہری سفر:

امام حسن عسکری علیہ السلام کی عمر مبارک صرف چار برس تھی جب جبری اور قہری طور پر آپ کے والد امام علی نقیؑ کو مدینہ سے سامرا طلب کیا گیا اور آپ بھی اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے سامرا آگئے۔ مدینہ سے رخصت کے وقت امام علی نقیؑ نے بزرگانِ مدینہ کو جمع کیا اور یہ بتایا کہ میرا وارث میرا یہ فرزند حسنؑ ہے اور کچھ لوگوں کو اس کا گواہ بھی قرار دیا۔

امام حسن عسکریؑ کے بادشاہانِ وقت کی دشمنی:

اس ذیل میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ مستعین بادشاہ نے ایک گھوڑا خریدا جو انتہائی سرکش تھا اور وہ کسی کی بھی سواری قبول نہ کرتا تھا۔ اُس کے ساتھیوں نے اُسے مشورہ دیا کہ اِس پر امام حسن عسکریؑ کو سوار کردو تا کہ اُن کا خاتمہ بھی ہو جائے اور تجھ پر الزام بھی نہ آئے۔ یہ رائے پاتے ہی وہ خوش ہوگیا اور امامؑ کو طلب کر کے اُن

گھوڑے پر سوار ہونے کو کہا۔ امامؑ گھوڑے کے قریب گئے، اُس نے سر جھکا دیا اور آپ اُس پر سوار ہو گئے۔ تھوڑی دیر تک گھوڑے کو دوڑاتے رہے اور پھر اُتر کر فرمایا کہ اور کوئی کام ہو تو بتا؟ مستعین نے شرمندہ ہو کر مجبوراً وہ گھوڑا امامؑ کو دے دیا کیونکہ کوئی دوسرا اُس پر سوار نہ ہو سکتا تھا۔

امام حسن عسکریؑ کے علمی کمالات:

☆ امام حسن عسکری علیہ السلام کے علمی کمال کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص نے اپنے والد کے ساتھ آپ سے ملاقات کا ارادہ کیا اور یہ سوچا کہ ملاقات کے وقت امامؑ سے آٹھ سو درہم قرض کا مطالبہ کریگا۔ یہ دونوں (والد و فرزند) امامؑ کو شکل سے نہ پہچانتے تھے کہ اتفاقاً امامؑ کا اُن کی طرف سے گزر ہوا اور آپ نے اُن کے قریب جا کر اُسے آٹھ سو درہم دئے جس پر اُن کو سخت حیرت ہوئی کہ یہ دلوں کے حالات سے کس طرح واقف ہو گئے!۔

☆ امام حسن عسکری علیہ السلام کے علمِ قرآن کے بارے میں یہی واقعہ کافی ہے کہ جب اُس عہد کے گمراہ فلسفی اسحاق کندی نے تناقضاتِ قرآن (قرآن کے بیانات میں آپسی تضاد ہے۔ نعوذ باللہ) لکھنا شروع کئے اور بعض آیات کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ قرآن میں فرق پایا جاتا ہے کہ وہ ایک جگہ پر ایک بات بیان کرتا ہے اور دوسرے مقام پر اُسی کے برخلاف دوسرا بیان دیتا ہے، جبکہ یہ

بات قرآن کی شان کے خلاف ہے۔ امامؑ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ تم اپنے اِس استاد کو اس کام سے کیوں نہیں روکتے ہو؟ تو اس نے معافی طلب کی کہ مجھ میں اتنا علم نہیں! امامؑ نے اُس سے کہا کہ تم اس سے صرف اتنا سوال کرو کہ یہ تناقض اور فرق تمہارے سمجھے ہوئے معانی میں ہے یا مرادِ خداوندی میں؟ اگر یہ فرق الٰہی مراد میں ہے تو تمہیں اُس کے ارادے کا علم کہاں سے ہوا؟ اور اگر یہ تناقضات تیرے سمجھے ہوئے معانی میں ہے تو تیری سمجھ کا ذمہ دار خدا کہاں سے ہوگیا؟!

شاگرد نے ایک دن موقع پا کر اسحاق کندی سے یہی سوال کر دیا جس پر وہ حیران رہ گیا اور پوچھا کہ یہ سوال تجھے کس نے بتایا ہے؟ شاگرد نے کہا کہ خود ہی میرے ذہن میں آیا ہے۔ اسحاق نے کہا کہ جو بات تیرے استاد کے ذہن میں نہیں آئی وہ تیرے ذہن میں بھی نہیں آسکتی۔ سوال بتانے والے کا صحیح صحیح پتہ بتا دے؟ اس نے امام حسن عسکریؑ کا نام بتا دیا تو اسحاق نے کہا اب تو نے صحیح نام بتایا ہے کہ اس طرح کی بات اہلبیتؑ کے گھرانے کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا۔ اور یہ کہہ کر اپنی پوری کتاب کو آگ میں جلا دیا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام پر مصائب:

امام حسن عسکری علیہ السلام کو بے پناہ اور طرح طرح کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور اُنھیں میں ایک مصیبت یہ بھی تھی کہ دشمنوں کی نگاہ میں رسول اکرمؐ کی

یہ حدیث تھی کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین ہونگے۔ اور دشمن یہ بھی جانتا تھا کہ امامؑ اُن میں کے گیارہویں ہیں، جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ اب آخری انھیں کا فرزند ہوگا جو دنیا سے ہر قسم کے ظلم وجور کا خاتمہ کردے گا، جس سے اُن کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اِس مصیبت کو آپؑ نے اِس طرح برداشت کیا کہ عام لوگوں سے اپنے فرزند کی زندگی اور خلافت کو مخفی رکھا۔ اسی روِش کی بنا پر ظالم نے امام حسن عسکریؑ کو متعدد مرتبہ ختم کرنے کا بھی ارادہ کیا جس میں ناکام رہا۔ یہاں تک کہ جس قصر میں ظالم آرام کرتا تھا اُسی میں امامؑ کو قید اور نظر بند بھی رکھا تا کہ وہ آنے والا دنیا میں نہ آسکے۔ لیکن الٰہی ارادے میں تبدیلی ناممکن تھی اور اُس کی مشیت سے آنے والا ۱۵ر شعبان ۲۵۵ھ کو آگیا اور اعلان پروردگار ''جَاءَ الحَقُّ وَ زَھَقَ البَاطِلُ...'' کا مصداق دنیا میں پیدا ہوگیا۔

سوالات:

۱۔ امام حسن عسکریؑ کی تاریخ ومقام ولادت وشہادت بتائیے؟

۲۔ امامؑ کی کنیت والقاب اور والدین کا نام بتائیے؟

۳۔ امامؑ کے عہد کے بادشاہوں کے نام ترتیب وار بتائیے؟

۴۔امام کا کوئی ایک علمی کمال اور کوئی ایک مصیبت لکھئے؟

۵۔امام کے قاتل کا نام اور آپکا مقام دفن بتائیے؟

تاریخ وسیرتِ ذکی وعسکری

حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام

(۲)

اللہ نے جن لوگوں کو دُنیا والوں کی ہدایت کے لئے مقرر فرمایا ہے اُنھیں ہر دور میں کچھ ایسی خصوصیات ضرور عنایت فرمائی ہیں جو کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ جس کے ذریعہ وہ الٰہی پیغام کو پہنچاتے تھے اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں کرتے تھے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام بھی چونکہ الٰہی نمائندے تھے لہٰذا اللہ نے اُنھیں بھی بے شمار کرامات ومعجزات سے نوازا تھا جن میں سے بعض ذکر کئے جارہے ہیں تاکہ اُن کی روشنی میں ہم زیادہ سے زیادہ امامت کی معرفت اور اُن کا اتباع کرسکیں۔

امام حسن عسکریؑ کے بعض معجزات وکرامات:

☆ جعفر شریف جُرجانی کا بیان ہے کہ میں حج بیت اللہ کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کے لئے سامرا حاضر ہوا اور میں نے امامؑ سے

درخواست کی کہ اہل جرجان بھی آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں، کبھی اُن چاہنے والوں کو بھی اپنی زیارت سے مشرف فرمائیے۔ امامؑ نے فرمایا: ''تم '۱۷۰' دن بعد '۳ ربیع الثانی، بروز جمعہ' کو وطن پہونچو گے اور میں بھی اُسی دن جرجان پہونچونگا''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جعفر شریف ٹھیک '۱۷۰ دن' بعد جرجان پہونچے اور وہاں امامؑ کی آمد کی لوگوں کو اطلاع دی، ابھی لوگوں کو اطلاع ملی ہی تھی کہ تھوڑی ہی دیر بعد بلا کسی وہم وگمان کے امام عسکریؑ وہاں تشریف لے آئے اور ایک ہی وقت میں اُن پر امامت کی معرفت اور اختیارات اور کرامات سب کا اظہار ہو گیا۔

☆ جس زمانے میں امام حسن عسکری علیہ السلام سامرا میں قید تھے اُسی زمانے میں مسلسل وہاں تین برس تک قحط پڑتا رہا اور نوبت بھوک پیاس سے گزر کر ہلاکت تک پہونچ گئی۔ اس پر معتمد عباسی (بادشاہِ وقت) نے لوگوں کو شہر سے باہر جا کر مسلسل تین دنوں تک نماز استسقاء (طلبِ بارش کی نماز) پڑھنے کا حکم دیا، لوگوں نے مسلسل نماز پڑھی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دوسری طرف چوتھے دن بغداد کے نصاریٰ (عیسائیوں) کی ایک جماعت صحرا میں آئی اور اُن کے ایک راہب (عیسائی عالم) نے جیسے ہی آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا کی، دیکھتے ہی دیکھتے بادل چھا گئے اور بارش ہونے لگی۔ اسی طرح اُس نے دوسرے دن بھی کیا اور اس دن بھی بارش ہوئی۔ یہ دیکھنا تھا کہ مسلمانوں کا ایمان ڈگمگانے لگا اور کچھ کمزور عقیدہ کے لوگ تو

اُس کے دین سے متأثر ہونے لگے۔ اِن بگڑتے حالات کو دیکھ کر مجبوراً معتمد عباسی نے قید خانے سے امامؑ کو طلب کر کے اُن سے کہا کہ ''اے ابو محمد ! اپنے جد کا کلمہ پڑھنے والوں کی خبر گیری کرو اور ان کو گمراہی سے بچاؤ''۔ امام حسن عسکریؑ نے راہبوں کو دوسرے دن پھر جمع ہونے کا حکم دیا۔ وہ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ وہ راہب بارش کی دعا کرے۔ راہب نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا اور بادل آنے لگے اور ہلکی بارش بھی شروع ہونے لگی کہ امامؑ نے ایک شخص سے کہا کہ جاؤ اور راہب کی انگلیوں کے درمیان جو چیز ہے، اُسے لے لو۔ وہ گیا اور اُس نے راہب کے ہاتھ سے ایک ہڈی لے لی۔ اب امامؑ نے اُس راہب سے کہا کہ دعا کرے، اِدھر اُس نے ہاتھ اٹھایا اور اُدھر بادل چھٹ گئے اور دھوپ نکل آئی ۔ لوگ بہت حیران ہوئے اور معتمد عباسی نے پوچھا ''اے ابو محمد ! یہ کیا چیز ہے؟'' آپ نے فرمایا: یہ ایک نبیؑ کی ہڈی ہے جس کا اثر یہ ہے کہ جب بھی زیرِ آسمان آئے گی تو بارش ضرور ہوگی۔ اب لوگوں نے کئی مرتبہ اِس کی آزمائش کی اور ویسا ہی ہوا جو امامؑ نے فرمایا تھا۔

☆ایک شخص نے امام حسن عسکریؑ کو بغیر روشنائی کا خط لکھا تو آپ نے بھی اُسے اسی انداز کا جواب لکھ دیا جس پر اُس کا بمع اُسکے باپ کے نام بھی لکھ دیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ ایمان لائے بغیر نہ رہ سکا۔

امام حسن عسکریؑ کے اقوالِ زرّیں:

☆لوگوں سے بیجا بحث مت کرو کہ اِس سے عزت و آبرو ختم ہو جاتی ہے۔

☆لوگوں سے زیادہ مذاق مت کرو کیونکہ اِس سے اُن میں جرأت پیدا ہو جائے گی۔

☆احمق کا دل اُس کی زبان میں اور عاقل کی زبان اُس کے دل میں ہوتی ہے۔

☆تواضع کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ جس کے پاس سے گزرو، اُسے سلام کرو۔

☆سب سے زیادہ محتاط وہ ہے جو شک و شبہ کے مقام پر رُک جائے۔

☆عابدترین انسان وہ ہے جو فرائض کی پابندی کرے۔

☆زاہدترین انسان وہ ہے جو حرام کاموں کو ترک کرے۔

☆سخت ترین جہاد کرنے والا وہ ہے جو تمام گناہوں کو ترک کردے۔

☆جو اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے وہ لوگوں سے وحشت محسوس کرتا ہے۔

☆تہذیبِ نفس کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ جو چیز دوسروں کے لئے ناپسند ہو، وہ خود کے لئے بھی ناپسند ہو۔

☆مومن کے ایمان کی پانچ علامتیں ہیں:(۱) دن و رات میں اکیاون

رکعت نماز (واجب ونوافل ملاکر)۔ (۲) بلند آواز سے 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کہنا۔ (۳) خاک پر سجدہ کرنا۔ (۴) داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا۔ (۵) روز اربعین (۲۰/ صفر) کو امام حسینؑ کی زیارت۔

سوالات:

۱۔امامؑ نے جعفر شریف کو کتنے دنوں بعد جرجان پہونچنے کی خبر دی تھی؟

۲۔امامؑ نے جعفر کو کس دن جرجان پہونچنے کی خبر دی تھی اور کیا آپ پہونچے؟

۳۔سامرا میں کتنے دن قحط پڑا اور ان دنوں امامؑ کہاں تھے؟

۴۔راہب کی دعا کیوں قبول ہوتی تھی اور امامؑ نے اُسے کیسے ظاہر کیا؟

۵۔مومن کی کتنی اور کون کون سی علامتیں ہیں؟

درّہ چھوڑ دیا، جس کا فائدہ کفار نے اُٹھا کر دوبارہ حملہ کر دیا، جس کے نتیجہ میں بہت سارے مسلمان شہید ہوئے اور خود مرسلِ اعظم بھی زخمی ہو گئے اور کفار اُنھیں قتل کر دینا چاہتے تھے لیکن امیر المومنینؑ انھیں اُٹھا کر محفوظ مقام تک جنگ کرتے ہوئے لے گئے اور مسلمانوں کے رسولؐ اور دین اسلام دونوں کا بھرم بچ گیا۔

اسی سال امام علیؑ اور جناب فاطمہؑ کے یہاں پہلے نواسۂ رسولؐ کی ۱۵/ رمضان المبارک کو ولادت ہوئی۔ بچہ کا نام حکم خدا سے رسول اللہؐ نے ''حسنؑ'' رکھا، اپنی زبان چُسا کر پہلی غذا فراہم کی، حضورؐ ہی نے کانوں میں اذان واقامت کہی اور عقیقہ بھی خود ہی کروایا۔

☆ ۴ھ: اس سال ماہ شعبان کی تیسری تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو دوسرا نواسہ عنایت فرمایا۔ اس بچہ کا نام حکم خدا سے حضورؐ نے ''حسینؑ'' رکھا، اپنی زبان چُسا کر پہلی غذا فراہم کی، حضورؐ ہی نے کانوں میں اذان واقامت کہی اور عقیقہ بھی خود ہی کروایا۔ ابھی پیغمبر اسلامؐ نے بچہ کو گود میں لیا ہی تھا کہ جبرئیل نے اس کی شہادت کی خبر دی اور مرسل اعظمؐ نے خبر شہادتِ حسینؑ پر گریہ کیا اور یہ پہلے ہی دن طے ہو گیا کہ حسینؑ کی شہادت پر رونا بدعت نہیں ہے بلکہ سنت رسول اسلامؐ ہے۔

☆ ۵ھ: اس سال پھر کفار مکہ نے اپنی متواتر ہار کا بدلہ لینے کے لئے

تاریخ وسیرتِ قائم آلِ محمد

حضرت امام م ح م د بن حسن علیہما السلام

نامِ نامی	: م ح م د (علیہ الصلوٰۃ والسلام وعجل اللہ تعالیٰ فرجہ)
کنیت	: ابوالقاسم
القاب	: بقیۃ اللہ، حجت، قائم، مہدی وغیرہ
والدِ محترم	: امام حسن عسکری بن علی (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: نرجس خاتون (علیہا السلام)
تاریخ ومقامِ ولادت	: ۱۵ر شعبان المعظم ۲۵۵ھ ، سامرا ، عراق
آغازِ امامت	: ۸ر ربیع الاول ۲۶۰ھ
تاریخ آغاز غیبت صغریٰ	: ۸ر ربیع الاول ۲۶۰ھ
تاریخ آغاز غیبت کبریٰ	: ۳۳۰ھ
عمرِ مبارک در ۱۴۳۲ھ	: ۱۱۷۷ر سال

تاریخ وسیرتِ قائم آل محمد

حضرت امام م ح م د بن حسن علیہما السلام

(۱)

ماہِ شعبان المعظم سن ۲۵۵ ہجری کی پندرہویں تاریخ، صبح جمعہ کی مسعود ترین ساعت تھی جب پیغمبر اسلامؐ کے آخری وارث اور سلسلۂ امامت کے بارہویں اور آخری امامؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کا اسمِ گرامی ''محمد'' اور کنیّت ''ابو القاسم'' ہے جو آپ کے امتیازات میں سے ہے کہ مرسل اعظمؐ نے صرف آپ ہی کو اپنے نام و کنیت کا وارث قرار دیا ہے۔ جس کی بنا پر اکثر علماء نے دورِ غیبت میں آپ کو ''محمد'' نام سے یاد کرنے کو منع کیا ہے۔ آپ کے والد امام حسن عسکری علیہ السلام اور آپ کی والدہ جناب نرجس خاتون تھیں۔ آپ کے معروف القاب میں بقیۃ اللہ، حجت، مہدی، ہادی، قائم وغیرہ ہیں اور آپ کی انگشتری پر'' اَنَا حُجَّۃُ اللّٰہِ '' کا نقش کندہ ہے۔

☆ لقب ''بقیۃ اللہ'' کے بارے میں روایات میں ہے کہ وقت ظہور آپ

دیوارِ کعبہ سے ٹیک لگا کر کھڑے ہونگے اور آپ کے گرد آپکے ۳۱۳ ر اصحاب ہونگے اور اسی آیت کی تلاوت کر رہے ہونگے ''بَقِیَّةُ اللّٰهِ خَیرٌ لَّکُم، اِن کُنتُم مُؤمِنِینَ '' کہ اگر تم مومن ہو تو تمہارے لئے خیر اور بھلائی اِسی بقیۃ اللہ میں ہے جسے اللہ نے آج کے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔ اس کے بعد آپ فرمائیں گے کہ جسے آدم ،نوح، ابراہیم، موسیٰ، شمعون، رسول اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی زیارت کرنا ہو وہ مجھے دیکھ لے کہ میں اُن سب کے کمالات کا وارث ہوں۔

امام محمد تقی علیہ السلام کی بیٹی جناب حکیمہؑ فرماتی ہیں کہ میرے بھتیجے امام حسن عسکریؑ نے ایک دن مجھ سے کہا: ''اے پھوپھی! آج آپ میرے یہاں قیام کریں کیونکہ اللہ آج مجھے ایک فرزند عطا کرنے والا ہے''! میں نے کہا کہ نرجس کے یہاں تو کوئی آثارِ حمل نہیں ہیں تو امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: ''پھوپھی! اللہ اپنی حجت کو اسی طرح بھیجتا ہے، مادرِ موسیٰ کے یہاں بھی کوئی آثارِ حمل نہیں تھے لیکن اللہ نے اُنھیں بھیجا اور فرعونیت کو خبر بھی نہ ہوسکی''۔ چنانچہ امامؑ کی خواہش کے مطابق میں نے اُن کے گھر میں قیام کیا اور تمام رات نگرانی کرتی رہی۔ یہاں تک کہ میری نمازِ شب بھی تمام ہوگئی اور کوئی حمل کے آثار نظر نہ آئے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ نرجس خواب سے بیدار ہوئیں، وضو کیا اور نمازِ شب ادا کی اور اسکے بعد دردِ زہ (ولادت کے وقت کا درد) کا احساس کیا۔ میں نے دعائیں پڑھنا شروع کیں، امام عسکریؑ

نے کہا پھوپھی سورۂ قدر کی تلاوت کیجئے، میں نے سورۂ اِنَّا اَنزَلنَاہُ پڑھی تو محسوس ہوا کہ بچہ بھی شکمِ مادر میں میرے ساتھ تلاوتِ قرآن کر رہا ہے۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ مجھے محسوس ہوا کہ میرے اور نرجس کے درمیان ایک پردہ سا حائل ہو گیا۔ میں پریشان ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں! اب جو پردہ اُٹھا تو میں نے دیکھا کہ ایک چاند سا بچہ سجدے میں ہے اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کر کے کلمۂ شہادت زبان پر جاری کر رہا ہے، یہانتک کہ تمام اماموں کی امامت کی گواہی دے کر اِن فقروں کو زبان پر جاری کیا: ''خدایا! میرے وعدہ کو پورا کر، میرے امر کی تکمیل فرما، اور میرے انتقام کو ثابت فرما اور زمین کو میرے ذریعہ سے عدل وانصاف سے بھر دے''۔

آپ کی ولادت پر بہت سے پرندے بھی جمع ہو گئے اور سب آپ کے گرد پرواز کرنے لگے گویا آپ پر قربان ہو رہے ہیں۔ امام عسکریؑ کی ہدایت کے مطابق ایک پرندہ ''روح القدس'' آپ کو اُٹھا کر آسمان کی جانب لے گیا اور روزانہ ایک مرتبہ باپ کی خدمت میں لے کر آتا تھا اور اِس طرح عالمِ قُدس میں آپ کی مکمل تربیت کا انتظام ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد جناب حکیمہؑ نے آپ کو دیکھا تو نہ پہچان سکیں۔ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: پھوپھی اماں! ہم اہلبیت کی نشو ونما کا انتظام عام انسانوں سے الگ ہوتا ہے، صاحبانِ منصبِ الٰہی کی نشو ونما ایک ماہ

میں ایک سال کے برابر ہوتی ہے۔

امام زمانہؑ ابھی تقریباً پانچ برس کے ہی ہوئے تھے کہ ۸/ربیع الاول ۲۶۰ھ کو آپ پر یتیمی کی مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ ظالم معتمد نے آپ کے والد امام حسن عسکریؑ کو زہر کے ذریعہ شہید کرادیا اور آپ یتیم ہونے کے ساتھ ساتھ قیامت تک لئے ذمہ دارِ اُمت بھی ہوگئے۔ جب کہ دوسری طرف دشمن آپ کا بھی خاتمہ کرنے کا درپے تھا، جس کا تدارک خدا نے آپ کی غیبت کے ذریعہ سے کردیا۔

امام عصرؑ کی غیبت کی دو قسمیں ہیں: (۱) غیبت صغریٰ (۲) غیبت کبریٰ۔ غیبت صغریٰ کا سلسلہ تقریبا ۷۰/(ستّر) برس یعنی ۳۲۹ھ تک جاری رہا۔ جس میں آپ اپنے خاص نائبوں سے ملاقات کیا کرتے تھے اور اُن کے ذریعہ پیغامات وسوالات وجوابات کا سلسلہ قائم تھا۔ لیکن چوتھے نائبؒ کے انتقال کے بعد یہ سلسلۂ ملاقات بھی ختم ہوگیا اور آپ کی غیبتِ کبریٰ کا دور شروع ہوگیا جو بحمدللہ ابتک جاری ہے اور جب حکمِ پروردگار ہوگا تو آپ پردۂ غیبت اُٹھاکر ظہور فرمائیں گے۔ انشاءاللہ

☆ آپ کے چار خصوصی نائب یہ حضرات تھے:

(۱) جناب عثمانؒ بن سعید (۲) جناب محمدؒ بن عثمان (۳) جناب حسینؒ بن رَوح (۴) جناب علیؒ بن محمد سمری۔

دورِ غیبت امامؑ میں ہماری ذمہ داریاں:

☆ دورِ غیبت میں ہمارا فریضہ ہے کہ ہم امامؑ کے وجودِ مبارک کی حفاظت کی دعائیں کریں کیونکہ دعا ہر اُس مسئلہ کا علاج ہے جو انسان کے امکان سے بالاتر ہو۔ ہم خود امامؑ کے محتاج ہیں اور کسی بھی طرح اُن کی حفاظت کا اختیار نہیں رکھتے لہٰذا اس دعا کے ذریعہ اُن کے طفیل ہم بھی محفوظ رہیں گے۔

☆ دعائے "اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ الْعَسْكَرِي ..." کی مسلسل تلاوت کریں جو امامؑ کی حفاظت کی جامع ترین دعا ہے۔ اسے عام حالات کے علاوہ تمام واجب و مستحب نماز کے قنوت میں بھی پڑھیں۔

☆ روزانہ یا کم از کم شب جمعہ میں امامؑ کی سلامتی کے لئے اللہ کی راہ میں صدقہ نکالیں کہ صدقہ بلاؤں کو ٹالنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

☆ مصیبتوں میں امامؑ سے فریاد و استغاثہ کریں اور ہر حال میں امامؑ سے رابطہ اُستوار رکھیں۔

☆ ہر لمحہ اللہ سے امامؑ کے ظہور کی دعا کرتے رہیں اور خود کو اُن کے استقبال کے لئے آمادہ رکھیں۔

سوالات:

ا۔امام عصرؑ کی تاریخ و سن اور مقام ولادت بتائیے؟

۲۔امام عصرؑ کی کنیت والقاب لکھئے اور بقیۃ اللہ کی تفسیر لکھئے؟

۳۔امام عصرؑ کے والدین اور آپ کے والد کی پھوپھی کا نام لکھئے؟

۴۔امام عصرؑ کی غیبت کی قسمیں اور نواب خاص کے نام لکھئے؟

۵۔امام عصرؑ کی غیبت میں ہماری ذمہ داریاں لکھئے؟

تاریخ وسیرتِ قائم آل محمد

حضرت امام م ح م د بن حسن علیہما السلام

(۲)

جیسا کہ گزشتہ سبق میں بتایا جا چکا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو کائنات کی نجات کے لئے باقی رکھا ہے اور آپ پردۂ غیب میں زندگی گزار رہے ہیں اور جب حکم پروردگار ہوگا تو پردہ اُٹھا کر ظہور فرمائیں گے۔

مرسل اعظمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی روایات میں کثرت سے ان علامات کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ کے ظہور کرنے کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اُن علامات کی عمومی طور پر دو قسمیں ہیں: (۱) حتمی علامات، جن کے بغیر حضرت کا ظہور ممکن نہیں (۲) غیر حتمی علامات، جن کے پائے جانے کے بعد ظہور ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔

امام زمانہؑ کے ظہور کی حتمی علامات:

علماء اسلام نے ظہور حضرتؑ کی سات حتمی علامات کا ذکر کیا ہے:

ا۔خروج دجّال: اس کا تذکرہ تمام کتابوں میں موجود ہے اور اسکی صفات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسے کہ وہ گدھے پر سوار ہوگا، ایک آنکھ سے کانا ہوگا، دوسری آنکھ پیشانی پر ہوگی، بہترین نعمتوں کی لالچ دلائے گا، اُس کے لشکر میں تمام آسائشیں اور ناچ گانے کا ساز وسامان ہوگا، مختلف علاقوں سے لوگوں کو جمع کر کے گمراہ کرے گا یہانتک کہ حضرت ظہور فرما کر اُسے قتل کردیں گے۔

۲۔ندائے آسمانی: اس سلسلہ میں روایات میں مختلف آسمانی آوازوں کا ذکر پایا جاتا ہے جس میں پہلی آواز ماہِ رجب میں سورج سے آئے گی کہ امیر المومنینؑ دوبارہ دنیا میں انتقام کے لئے آرہے ہیں۔ دوسری آواز ماہِ رمضان کی ۲۳رویں کو آئے گی جس میں ظہور کی خوشخبری ہوگی۔ تیسری آواز وقتِ ظہور سورج ہی سے آئے گی جس میں ظہور کی خوشخبری ہوگی جس پر صاحبانِ ایمان آپ کی نصرت کے لئے دوڑ پڑیں گے۔

۳۔خروج سفیانی: یہ سفیان کی نسل اور یزید بن معاویہ کی اولاد کا ایک شخص ہوگا جس کا نام عثمان بن عنبہ ہوگا۔ یہ پہلے فلسطین، دمشق، حمص، اردن اور قنسین پر حکومت کرے گا اور اُس کے پاس چار بھاری بھرکم لشکر ہوں گے۔ جن میں سے ایک بغداد کی طرف جائے گا جو کربلا و نجف کے مومنین کو قتل کرے گا، دوسرا مدینہ کی جانب روانہ ہوگا جو وہاں کے مومنین کا قتل عام کرے گا، تیسرا شام کی سمت

بڑھے گا جو امامؑ کے لشکر کے ہاتھوں مارا جائے گا اور چوتھا مکہ کی طرف بھیجے گا جو تین لاکھ افراد پر مشتمل ہوگا جو صحرا کی زمین میں دھنس جائے گا اور اُس کے صرف دو لوگ بچیں گے جن میں ایک مکہ جا کر امامؑ کے لشکر کی کامیابی کی خبر دے گا اور دوسرا شام جا کر سفیانی کو لشکر کی ہلاکت (دھنس جانے) کی خبر دے گا۔ اس کے بعد خود سفیانی کوفہ جائے گا جہاں امامؑ اُس کا تعاقب کر کے اُسے فی النار کر دیں گے۔

۴۔ قتل نفس ذکیہ: اولادِ رسولِ اکرمؐ میں ایک پاکیزہ اور محترم شخص کو خانۂ کعبہ کے پاس مقامِ ابراہیم اور رکن یمانی (جس جگہ مادرِ امیر المومنینؑ کے لئے نیا دروازہ بنا تھا) کے درمیان قتل کر دیا جائے گا۔ چونکہ روایت میں کسی تفصیل کا ذکر نہیں ہے بنا بریں کسی وقت بھی کسی محترم شخص کا قتل ہو سکتا ہے اور اُس کے بعد امامؑ کا ظہور متوقع ہے۔

۵۔ خروجِ سیدِ حسنی: مقامِ دَیلَم سے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ایک محترم شخص امامؑ کی نصرت کے لئے قیام کریں گے جن کی آواز پر طالقان (ایران کا ایک شہر) کا عظیم لشکر جمع ہو جائے گا۔ آپ کوفہ کی جانب بڑھیں گے اور راستے میں ظالموں کو قتل کرتے جائیں گے یہاں تک کہ امامؑ کے ظہور کی خبر عام ہو جائے گی۔ یہ امامؑ کی خدمت میں پہونچ کر لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے آپ سے دلائل امامت دریافت کریں گے جس سے امامؑ کی امامت اور آپ کا ظہور

مدینہ پر حملہ ارادہ کر دیا۔ حضورؐ نے جنگ کی پالیسی تبدیل کرنے کے بارے میں لوگوں کی رائے جاننا چاہی جس پر جناب سلمان فارسی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا اور حضور کو یہ رائے پسند آئی جس کی بنا پر اس جنگ کو ''جنگ خندق'' کہا جاتا ہے۔ خندق کھودنے والوں میں ایک گروہ مہاجرین (مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والے) کا تھا اور دوسرا گروہ انصار (پہلے سے مدینہ کے رہنے والے) کا تھا، جناب سلمانؓ نہ مہاجر تھے اور نہ ہی انصار میں تھے چنانچہ جب خندق کی پیمائش ہونے لگی تو مہاجروں اور انصار دونوں نے جناب سلمانؓ کو اپنے گروہ میں شامل کرنا چاہا تاکہ اُنکا کھودا ہوا حصہ زیادہ ہو جائے۔ اس موقع پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سلمانؓ نہ مہاجروں میں ہیں اور نہ ہی انصار میں بلکہ ''سلمانؓ ہم اہلبیت میں سے ہیں''۔

جنگ ہوئی اور اس جنگ میں بھی مولائے کائنات امام علیؑ نے کفار کے پہلوان عمرو بن عبدوُد اور اُس کے چند ساتھیوں کو قتل کر دیا تو کفار بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں نے یہ جنگ بھی علیؑ کی بدولت جیت لی۔

☆ ۶ھ: اس سال حضورؐ نے خواب دیکھا کہ خانۂ کعبہ کا طواف فرما رہے ہیں اور اسے حکم الٰہی قرار دے کر (کیونکہ نبی کا خواب حکمِ خدا ہوتا ہے۔) آپ نے عمرہ کرنے کا اعلان فرما دیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ آپ کے ہمراہ تھا، مقام

لوگوں پر واضح ہو جائے گا۔

۶۔ ماہِ رمضان میں سورج و چاند گرہن: ماہ رمضان کے درمیان میں سورج گرہن ہوگا اور آخرِ ماہ میں چاند گرہن ہوگا جو عام طور سے نہیں ہوتا ہے اور اِس علامت کے بعد امامؑ کا ظہور ہو جائے گا۔

۷۔ آسمان مین پنجہ کا ظاہر ہونا: آسمان سے ایک پنجہ ظاہر ہوگا یا سورج سے ایک صورت ظاہر ہوگی جو اِس بات کی علامت ہوگی کہ پردۂ غیب میں رہنے والا نورِ خداوند، ظاہر ہونے والا ہے۔ اور یہ گویا اللہ کی مرضی ہوگی کہ لوگ اُس کے ظہور سے آگاہ ہو جائیں۔

امام زمانہؑ کے ظہور کی غیر حتمی علامات:

امام زمانہؑ کے ظہور کی غیر حتمی علامات میں بہت ساری باتیں ذکر کی گئی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

☆ مسجد کوفہ کی دیوار کا منہدم ہو جانا۔ ☆ دریائے نجف میں پانی کا جاری ہو جانا۔ ☆ مسلسل قتل و خون ہونا۔ ☆ مساجد میں سونے سے نقش و نگار بننا۔ ☆ میناروں کا بلند ترین بننا۔ ☆ ایک جماعت کا بندر اور سور کی شکل میں ہو جانا۔ ☆ اور تمام دنیا میں فسق و فجور کا عام ہو جانا۔ وغیرہ وغیرہ

امام زمانہؑ اور مسئلہ طولِ عمر:

امام مہدیؑ کے بارے میں جہاں بہت ساری بیکار کی بحثیں کی جاتی ہیں وہیں اُن کی طول عمر کے بارے میں بھی بحث کی جاتی ہے۔ جبکہ سارا عالم اسلام اِس عقیدے پر متفق ہے کہ موت وحیات کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جینے یا مرنے کا تعلق عمر کے کم یا زیادہ ہونے سے نہیں ہے۔ کتنے ہی بچے شکم مادر میں ہی مرجاتے ہیں اور کتنے ہی لوگ سخت ترین حالات میں بھی جیتے رہتے ہیں۔ اللہ مارنا چاہتا ہے تو سلیمانؑ نبی جیسا صاحب اقتدار اپنے لشکر کے سامنے ہی مر جاتا ہے اور اللہ بچانا چاہتا ہے تو موسیٰؑ نبی کو فرعون کے گھر میں بھی بچائے رکھتا ہے۔ اِس مسئلہ پر بحث کرنا گویا خدا کی قدرتِ موت وحیات پر اعتراض کرنا ہے جو مسلمان کو دائرۂ اسلام سے بھی خارج کرسکتا ہے۔ اور یوں بھی قرآن کریم کے مطابق الیاس، خضر، اصحابِ کہف اور عیسیٰؑ جیسے نہ جانے کتنے ہی زندہ ہیں جو امام مہدیؑ سے عمر میں کہیں زیادہ بڑے ہیں، لہٰذا امامؑ کی طول عمر پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ امامؑ کا وجود اور اُن کی طول عمر کا بیان مرسل اعظمؐ کی احادیث میں بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ لہٰذا احادیث کو سنت کا درجہ دینے والے اہلسنت کو تو بہر حال اِس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔

امام مہدیؑ کے اقوال حکیمانہ:

☆ ظہور میں تعجیل کی دعائیں مانگو کیونکہ اِسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

☆ نماز، شیطان کو رسوا کر دیتی ہے لہٰذا نماز پڑھو اور شیطان کو رسوا کرو۔

☆ تعجب ہے اُنکی نمازوں کی قبولیت پر جو نماز میں سورۂ قدر نہیں پڑھتے۔

☆ غَیبت میں میرا وجود، اسی طرح فائدہ پہونچاتا ہے جیسے بادلوں کے پیچھے سے سورج دنیا کو روشن رکھتا ہے۔

☆ میں زمین والوں کے لئے یونہی باعثِ امن وامان ہوں جیسے ستارے اہل آسمان کے لئے باعثِ امان ہیں۔

☆ ہم نہ تمہاری یاد سے غافل ہیں اور نہ ہی تمہاری یاد اپنے دل سے نکال سکتے ہیں۔

☆ جو چیز تمہارے لئے مفید نہ ہو اُس کے بارے میں سوالات مت کرو۔

سوالات:

۱۔ امامؑ کے ظہور کی کتنی طرح کی علامتیں ہیں اور انکے کیا معنی ہیں؟

۲۔ امامؑ کے ظہور کے وقت کون کون خروج کریگا اور وہ کس کی نسل سے ہوگا؟

۳۔ نفس ذکیہ کا قتل کہاں ہوگا؟

۴۔ کوئی پانچ غیر حتمی علاماتِ ظہور بتائیے؟

۵۔ امامؑ کی طولِ عمر پر اعتراض کا جواب لکھئے؟

والحمد لله رب العالمين

و صلیٰ الله علیٰ رسوله الكريم و آله الطاهرين

ختم شد۔ ۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ، جمعرات، ۵؍ بجے عصر

(روز ولادت امیر المومنین علیہ السلام)، میرا روڈ، تھانہ (ممبئی)، ہند

نظر ثانی: ۲۶؍ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ، چہار شنبہ، ۱۲؍۳۰ بجے ظہر

(روز وفات محسن اسلام حضرت ابو طالب علیہ السلام)، قم مقدسہ، ایران

یادداشت



آثارِ عصمت

Aasaar-e-Ismat

(Urdu)

By:

Maulana S. Ehsan Haider Jawadi

Published by:

Allamah Jawadi Trust

Asmita Heritage. 3/A/704. Naya Nagar.

Mira Road (E). Thane (Mumbai). 401107. INDIA

حدیبیہ پر آپ نے قیام کیا اور مکہ والوں سے کہلوایا کہ ہمارے آنے کا مقصد صرف عبادتِ عمرہ انجام دینا ہے لیکن کفار اِس پر راضی نہ ہوئے اور حضورؐ نے حکم خدا سے کفارِ مکہ سے صلح کرلی جس کا صلح نامہ امام علیؑ نے تحریر فرمایا۔ حضورؐ کا یہ صلح کرنا بہت سے لوگوں کو پسند نہ آیا یہاں تک کہ بعضوں نے حضورؐ کی رسالت تک پر شک کیا کہ (نعوذ باللہ) یہ نبی ہیں بھی یا نہیں؟ صلح کے بعد حضورؐ نے قربانی کر کے بال منڈائے اور لباس احرام اُتار دیا اور مدینہ واپس آگئے۔

☆ ۷ھ: مدینہ میں پہلے یہودی بھی رہا کرتے تھے جنھوں نے رسول اللہؐ سے معاہدہ کرلیا تھا کہ اسلام کی مخالفت نہ کریں گے لیکن بعد میں انھوں نے عہد توڑ دیا اور مقامِ خیبر میں جمع ہو کر اسلام کو مٹانے کی سازشیں کرنے لگے جس پر رسول اللہؐ نے لشکر تیار کیا اور جنگ کے لئے مقامِ خیبر کی طرف چل پڑے اسی لئے اس جنگ کو "جنگ خیبر" کہتے ہیں۔ خیبر پہونچ کر حضورؐ نے بشارت دی کہ ہم یہ جنگ چالیس دنوں میں جیت لیں گے، اس دوران مسلسل مختلف لوگ میدان میں جاتے اور یہودیوں کے خوف سے ناکام و نامراد واپس آجاتے تھے۔ یہاں تک کہ انتالیسویں دن حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ "میں کل اُسے علم دونگا جو کرار، غیر فرار ہوگا، بڑھ بڑھ کر حملہ کریگا، وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور اللہ و رسولؐ اُسے دوست رکھتے ہونگے اور کامیابی تک جنگ کریگا"، صبح ہوئی تو رسول اللہؐ نے علیؑ کو بلا کر علم

دیا، آپ میدان میں گئے اور مرحب و عنتر جیسے یہودیوں کے بڑے بڑے پہلوانوں کو قتل کر کے آپ نے جنگ جیت لی اور مسلمانوں کو کامیابی کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ مال غنیمت بھی ملا۔

☆ ۸ھ :دوسال قبل انجام نہ پا سکنے والے اور صلح کر لینے کی وجہ سے مکہ کے باہر ہی سے لوٹ آنے والے عمرہ کو بجالانے کا حضورؐ نے ارادہ کیا۔ اسی لئے اِس عمرہ کو ''عمرۃ القضاء'' کہا جاتا ہے۔ حضورؐ پوری شان وشوکت کے ساتھ مکہ گئے، کفارِ مکہ نے خوف سے کوئی مزاحمت نہیں کی اور حکم خدا سے ''فتح مکہ'' کا مرحلہ انجام پا گیا جس میں نہ کوئی خونریزی ہوئی اور نہ ہی کسی جنگ کی نوبت آئی۔

☆ ۹ھ :اس سال سرورِ کائناتؐ نے دنیا کے مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دی اور خطوط بھیجے کہ وہ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر سعادتِ ابدی حاصل کر لیں۔ اور اس طرح یہ پیغام بھی دیا کہ کامیابی کا مطلب ظلم وطغیانی نہ ہونا چاہئے بلکہ کامیابی کے بعد بھی صلح پسندی اور مسالمت کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔

☆ ۱۰ھ :اس سال حضورؐ نے حکمِ خدا سے حج کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ مختلف علاقوں سے تقریباً سوا لاکھ لوگ جمع ہوئے اور حضورؐ نے اسلامی اتحاد و اتفاق، اسلامی تہذیب و معاشرت اور اسلامی متانت

وسیاست کا سبق حج جیسی عظیم عبادت کے ذریعہ سے مسلمانوں کو دیا۔ تمام ارکان و مناسک کی ادائگی کے بعد حضورؐ تمام لوگوں کو لیکر جب واپس ہو رہے تھے تو مقام غدیر پر ۱۸؍ ذی الحجہ کو جبرئیل امین، اللہ کا یہ پیغام لیکر آئے کہ ''اے رسول! جو پیغام آپ کو دیا جا چکا ہے اُسے پہونچا دیجئے، اور اگر یہ نہ کیا تو گویا کوئی کارِ رسالت انجام ہی نہ دیا، اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا''، پیغام پاتے ہی حضورؐ نے قافلہ روکا، آگے جانے والوں کو واپس بلایا اور پیچھے والوں کا انتظار کیا اور جب سب جمع ہو گئے تو کجاووں (اونٹ پر بیٹھنے والی کرسی نما چیز) کا منبر تیار کروا کر اُس پر تشریف لے گئے اور فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد علیؑ کو ہاتھوں سے بلند کر کے کہا ''اللہ میرا مولا و حاکم ہے اور میں مومنوں کا حاکم ہوں اور جس جس کا میں مولا ہوں اُس اُس کے یہ علیؑ حاکم ہیں''لوگوں نے مبارکباد دی اور حضورؐ نے علیؑ سے بیعت کا حکم دیا جس پر سب نے علیؑ کی ولایت پر بیعت کی اور پھر قافلے اپنی اپنی راہوں پر روانہ ہو گئے۔ اسی لئے اس دن کو ''عید غدیر'' یا ''عید ولایت و امامت'' کا دن کہا جاتا ہے۔

☆ <u>۱۱ھ</u> : حج سے واپس آنے کے بعد حضورؐ مسلسل بیمار رہنے لگے اور یہ بیماری بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ نے موجود لوگوں سے کہا کہ ''قلم و دوات لاؤ، میں تمہارے لئے وہ لکھ دوں کہ جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہونے پاؤ'' اس

پر کچھ لوگوں نے حضور کو برا بھلا کہا جو آپ کو بے انتہاء ناگوار گزرا اور پھر اسی صدمہ میں بالآخر اپنی بیٹی فاطمہ زہراؑ کے گھر میں انھیں کی آغوش میں سر رکھے ہوئے ۲۸ر صفر کو آپ نے دارِ فانی کو وداع کہا اور قیامت تک کے لئے دنیا نبوت و رسالت کے وجودِ پُر فیض سے محروم ہوگئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

مرسل اعظمؐ کے اقوال زرّیں:

☆ رشتہ داروں سے ملنے کی نیکی کا اجر سب سے جلد ملتا ہے۔

☆ عالم کو دیکھنا، امام عادل کو دیکھنا، الفت ومحبت سے والدین کو دیکھنا اور خدا کے لئے کسی مومن بھائی پر نظر کرنا عبادت ہے۔

☆ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ وعدہ کو وفا کرے۔

☆ جس نے کسی مومن کو خوش کیا اُس نے مجھے مسرور کیا اور جس نے مجھے خوش کیا گویا اُس نے اللہ کو خوش کیا۔

☆ ذلیل ترین انسان وہ ہے جو کسی کی توہین کرے۔

☆ جن دو مسلمان بھائیوں میں کوئی اختلاف ہو جائے اور اگر وہ دونوں تین دنوں کے اندر دوستی نہ کرلیں تو وہ دونوں اسلام سے خارج ہیں۔

☆ جنازہ کی تشیع کرنے والا جب تک پلٹ نہ آئے، اللہ اسے ہر قدم پر دس لاکھ نیکی عنایت کرتا ہے۔

سوالات:

۱۔ سن ۲؍ہجری میں جو خوشی کا واقعہ پیش آیا اسے لکھئے؟

۲۔ جنگ بدر کب اور کن لشکروں کے درمیان ہوئی اور اس میں امام علیؑ کا کیا کارنامہ تھا؟

۳۔ صلح حدیبیہ کب اور کہاں ہوئی اور اس موقع پر حضورؐ کے بارے میں کچھ لوگوں نے کیا بیہودہ الزامات لگائے؟

۴۔ واقعہ غدیر کیا ہے، لکھئے؟

۵۔ حضورؐ کی وفات کی تفصیل لکھئے؟

تاریخ وسیرتِ صدیقۂ طاہرہ

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

نامِ نامی	: فاطمہ (صلوات اللہ وسلامہ علیہا)
کُنّیت	: ام الائمہ
القاب	: زہرا، راضیہ، صدیقہ، بضعۃ الرسول وغیرہ
والد محترم	: حضرت محمد (رسول اللہ) بن عبد اللہ (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: خدیجہ بنت خویلد (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۲۰/ جمادی الثانیہ سن ۵/ بعثت، مکہ مکرمہ
تاریخ ومقام شہادت	: ۳/ جمادی الثانیہ ۱۱ھ ، مدینہ منورہ
قاتل (ملعون)	: منافقین اسلام
کُل عمر	: ۱۸/ سال، ۱۱/ ماہ، ۱۷/ دن
مدفن	: حجرۂ بیت یا جنت البقیع ، مدینہ منورہ

تاریخ وسیرتِ صدیقۂ طاہرہ

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

(۱)

ماہ جمادی الثانیہ کی بیسویں تاریخ سن ۵ / بعثت تھی، جب اللہ نے مرسل اعظمؐ کو اکلوتی بیٹی سے اُس وقت نوازا جب جناب خدیجہؑ اُس عمر کو پہونچ رہی تھیں کہ جہاں پھر عورتیں ماں بننے کے قابل نہیں رہ جاتیں اور اُن کی یائسہ کی عمر ہو جانے کے سبب ہی کفارِ مکہ نے نبیؐ کریم کو طعنۂ ابتر (بے اولاد) دینا شروع کر دیا تھا کہ اب انکے یہاں اولاد کا امکان ختم ہو چکا ہے اور اب اِن کا مشن اِن کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ کفار کی عورتوں کو جونہی معلوم ہوا کہ خدیجہؑ ماں بننے والی ہیں انھوں نے اُن کا بائیکاٹ کر دیا اور اُس مشکل وقت میں جب عورت کو صرف عورتوں کی ہی ضرورت ہوتی ہے، کفار کی عورتوں نے مدد سے انکار کر دیا۔

اللہ نے اِس کا انتظام یوں کیا کہ جنت سے محترم خواتین اور حورانِ جنت کو استقبال کے لئے بھیجا جنھوں نے خدیجہ کی مدد کی۔ اور بچی کے پیدا ہوتے ہی اُسے

آب جنت سے غسل دیا اور جنت سے لائے ہوئے کپڑے میں لپیٹا۔ بچی کا نام اشارۂ الٰہیہ سے ''فاطمہ'' رکھا گیا تا کہ یہ چاہنے والوں کو آتش جہنم سے محفوظ کر دے۔اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ سخت ترین دور تھا جہاں سارا مکہ اِن کی مخالفت پر آمادہ تھااور اذیت وآزار اور مصائب ڈھانے میں کوئی کسر نہیں باقی رکھی تھی۔اس کے باوجود ماں باپ نے بچی کو بڑے ہی ناز ونعم سے پالنا شروع کیا اور بچی نے بھی آنکھ کھولتے ہی ماں باپ کی طرح حمایت اسلام کا بیڑا اُٹھالیا اور اُن کا حتیٰ الامکان ساتھ دینے لگی۔ یہاں تک کہ انتہائی بچپن میں ہی جب باپ دشمنوں کی اذیتوں سے زخمی ہوکر آتا تو یہ بیٹی اُن کے زخم دھوتی اور باپ کو دلاسہ دیتی جس سے مرسل اعظمؐ میں پھر تازہ حوصلہ پیدا ہو جاتا تھا۔

جنابِ فاطمہؑ کی ابتدائی زندگی کا خاکہ:

ابھی دو ہی برس گزرے تھے کفارِ مکہ نے مرسل اعظمؐ کا مکمل بائیکاٹ کر دیا اور وہ شعبِ ابوطالبؑ میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔ فاطمہؑ نے بھی انتہائی بچپن کے باوجود اسلام کی خاطر وہ سخت ترین دَور، دین کے تحفظ کے لئے گزار دیا۔

جناب فاطمہؑ ابھی پانچ ہی برس کی تھیں کہ ۲۶ رجب سن ۱۰ ؍بعثت کو اسلام کے مدافع اور رسول اسلامؐ کے محافظ، جناب ابوطالبؑ کا انتقال ہو گیا جس کا افسوس مرسل اعظمؐ کے ساتھ ساتھ بیٹی کو بھی ہوا۔ پھر چند ہی دنوں کے بعد ۱۰ ؍

رمضان المبارک سن ۱۰ ار بعثت کو جناب فاطمہؑ پر ایک عظیم مصیبت اُس وقت ٹوٹ پڑی جب ماں کا سایہ اُٹھ گیا اور ہر لمحہ بیٹی کا خیال رکھنے والی ماں کا بھی انتقال ہوگیا۔ یہ مصیبت اللہ کے رسولؐ پر اتنی گراں تھی کہ حضور اکرمؐ نے اس سال کو ''عام الحزن'' قرار دیا۔

جناب فاطمہؑ کی عمر ابھی صرف تقریباً آٹھ برس ہی تھی کہ ایک روز کفارِ مکہ نے ان کے والد کے قتل کا منصوبہ بنایا اور کفار کے تمام قبیلوں نے انکا گھر گھیر لیا کہ موقع ملتے ہی سب گھر میں گُھس کر رسول خداؐ کو قتل کردینگے۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کو کفار کے اس منصوبہ سے آگاہ کردیا اور جناب فاطمہؑ کو بھی گھر کے گھرے ہونے کا علم ہوگیا مگر آپ انتہائی اطمینان سے رہیں اور کسی طرح کے اضطراب وبیچینی کا مظاہرہ نہ کیا، یہاں تک کہ باپ نے ہجرت کی اور آپ مطمئن گھر میں تشریف فرما رہیں اور اُس کے چند دنوں بعد دوسری خواتین کے ساتھ امام علیؑ کی سربراہی میں مدینہ کی طرف ہجرت کرگئیں۔

جنابِ فاطمہؑ کی مدینہ کی زندگی کا خاکہ:

۲ھ میں آپ کی زندگی میں ایک خوشی کا لمحہ تب آیا جب امیر المومنینؑ نے آپ کے ساتھ شادی کا پیغام مرسل اعظمؐ کو دیا جسے انھوں نے حکمِ خدا سے قبول کرلیا اور بیٹی کی مرضی جاننے کے لئے اِس کا ذکر جناب فاطمہؑ سے کیا اور آپ نے شرم وحیا

کی بنا پر خاموشی اختیار کی جسے رسول خداؑ نے اقرار سمجھتے ہوئے رشتہ طے کر دیا اور یکم ذی الحجہ کو آپ کا عقد امیر المومنینؑ کے ساتھ زمین پر پیغمبر اسلامؐ نے اور عرش پر فرشتگان الٰہی نے پڑھا۔ آپ کو جہیز کے طور باپ نے انتہائی ضروری قسم کے سامان دے جس کے ساتھ کچھ دنوں بعد ملیکۃ العرب کی بیٹی شوہر کے گھر رخصت ہوگئی۔

۳ھ میں ماہ مبارک رمضان کی پندرہ تاریخ کو آپ کے یہاں پہلا فرزند پیدا ہوا جس کا نام ''حسن'' رکھا گیا جسے رسول اللہ نے پہلی غذا اپنے لعابِ دہن کے طور پر فراہم کی، کانوں میں اذان واقامت کہی اور خود ہی حضورؐ نے عقیقہ کیا۔

۴ھ میں ماہ شعبان کی تیسری تاریخ کو دوسرا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حکم خدا سے رسول اللہؐ نے ''حسین'' رکھا اور اس کے ساتھ بھی وہی اہتمام برتا جو اس کے بڑے بھائی کے ساتھ کیا تھا۔ بچے کے پیدا ہوتے ہی حضورؐ نے بچے کو طلب کیا اور اسے سروسینہ سے لگایا اور اس کے بوسے لئے جس پر جبرئیل نے آکر اُسکی شہادت کی خبر سنائی اور حضورؐ نے گریہ کیا جس پر سارا گھرانہ رو دیا۔

۵ھ میں اللہ نے فاطمہ زہراؑ کو بیٹی جیسی نعمت سے نوازا اور اس کا نام مشورہ پیغمبر اسلامؐ سے امام علیؑ نے ''زینب'' رکھا کہ یہ بچی حقیقتاً باپ کے لئے زینت بن کر آئی تھی۔

۶ھ یا ۷ھ میں زہراؑ کو اللہ نے ایک مرتبہ پھر نعمت سے نوازا اور اس بیٹی

کا نام یا کنیت ''ام کلثوم'' قرار پائی۔ اور جناب فاطمہؑ اپنی ان تمام اولاد کی دیکھ ریکھ بھی کرتی تھیں اور جنگوں میں لڑنے کا علیؑ میں حوصلہ بھی پیدا کراتی رہتی تھیں اور علیؑ ایک کے بعد دوسرے میدان میں اسلام کو سر بلندی دلاتے رہے جس میں بڑی حد تک زہراؑ کی حوصلہ مندی بھی شامل تھی کہ کبھی بھی کسی معرکہ میں جانے سے منع نہ کیا۔ بلکہ بعض میدانوں میں حوصلہ افزائی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے خود تشریف بھی لے گئیں۔

۱۰ھ میں باپ مرسل اعظمؐ اور شوہر امیر المومنینؑ کے ساتھ سفر حج پر تشریف لے گئیں اور واقعۂ غدیر کی نہ صرف عینی گواہ رہیں بلکہ عورتوں کے ساتھ بیعت بھی کی۔

۱۱ھ میں ۲۸ صفر کو باپ کی رخصت اور اس سے قبل کے واقعات کا رنج وغم بھی دیکھا اور حکم الٰہی کی تکمیل کے لئے باپ کی روح قبض کرنے کی ملک الموت کو اجازت بھی دی۔

اس کے بعد جناب فاطمہؑ اِس دنیا میں ۷۵ یا ۹۵ دن زندہ رہیں اور یہ سارا زمانہ فراق پدر کے گریہ اور منافقوں کے رنج و مصیبت میں گزرا جس کی تفصیل اگلے سبق میں ذکر ہو گی۔ انشاءاللہ

سوالات:

۱۔ جناب خدیجہؑ کے یہاں جناب فاطمہؑ کی کب ولادت ہوئی؟

۲۔ بچپن میں جناب فاطمہؑ اپنے والد کی کیسے حوصلہ افزائی کرتی تھیں؟

۳۔ جناب فاطمہؑ کے اطمینانِ نفس کی کوئی ایک مثال ذکر کیجئے؟

۴۔ جناب فاطمہؑ کی اولاد کے نام بمع تاریخ ولادت لکھئے؟

۵۔ جناب فاطمہؑ نے اپنے والد وشوہر کے ساتھ کون سا سفر کیا اور اس میں کس واقعہ کی عینی شاہد رہیں؟

تاریخ وسیرتِ صدیقۂ طاہرہ

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

(۲)

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اللہ نے جناب فاطمہؑ کو قیامت تک کی تمام خواتین میں سب سے برتر اور اعلیٰ وارفع قرار دیا تھا۔ انھیں نہ صرف یہ کہ معصومہ قرار دیا بلکہ ان کو مرکزِ عصمت بھی قرار دیا جس کی گواہ آیتِ تطہیر کی تفسیریں ہیں۔ یہ خود معصومہ تھیں، والد معصوم، شوہر معصوم، اور دونوں بیٹے بھی منزل عصمت پر فائز تھے اور انکی تربیت نے بیٹیوں کو بھی اس مقام پر پہونچا دیا تھا کہ خود معصوم بھی اُن سے مشورے کیا کرتے تھے۔

جنابِ فاطمہؑ کے امتیازات:

آپ کے امتیازات کو دوحصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: نسبی امتیازات اور ذاتی امتیازات۔ نسبی امتیازات میں سے بعض کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے کہ اللہ نے جیسے رشتے انھیں عنایت کئے ویسے رشتے کائنات میں کسی کو بھی میسر نہیں ہوئے۔

ذاتی امتیازات کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) جسمانی امتیازات (۲) معنوی امتیازات

جنابِ فاطمہؑ کے جسمانی امتیازات:

جسمانی امتیازات میں اللہ نے انھیں یہ امتیاز بخشا تھا کہ یہ ''عذرا'' قرار پائی تھیں یعنی یہ ان تمام خبائث سے پاک تھیں جن کی بنا ہر عورت مہینے میں چند دن عبادات سے محروم رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ نے انھیں ''بتول'' قرار دیا تھا کہ ان کے شوہر کو اِن کی موجودگی میں کبھی باکرہ خاتون کی خواہش نہ ہو۔

جنابِ فاطمہؑ کے معنوی امتیازات:

☆ جناب فاطمہؑ معنوی اعتبار سے بھی تمام نقائص سے منزہ رکھا یہاں تک کہ آپ کی گواہی کو بھی ناقص (ایک مرد کی جگہ دو عورتیں گواہی دیں) نہیں رکھا بلکہ کامل قرار دیا۔

☆ آپ جب مصلے پر آتی تھیں تو سارا مدینہ منور ہو جاتا تھا یہاں تک کہ اُم المومنین عائشہ اپنی رات میں کھوئی ہوئی سوئی بھی تلاش کر لیتی تھیں۔

☆ آپ کے ایفائے نذر کے نتیجہ میں یتیموں، مسکینوں اور اسیروں کے پیٹ بھی بھرتے تھے اور قرآنی سوروں کا نزول بھی ہوتا تھا۔

☆ آپ کی خاطر خوانِ جنت آتے تھے اور اکثر آپ ان سے گھر آئے

مہمانوں کی پزیرائی فرماتی تھیں۔

☆ آپ کی دعا پر مردہ دلہن زندہ ہوگئی اور جاتی ہوئی آبروئے اسلام کو آپ کی دعا نے محفوظ کرلیا۔

جناب فاطمہؑ کی مرسل اعظمؐ کے بعد کی زندگی:

جناب فاطمہ زہرا کی زندگی کا یہ حصہ تاریخ اسلام کا سیاہ ترین دور ہے جہاں مرسل اعظمؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی امت کے بعض صرف اپنوں کے سامنے غصیلے اور بھڑکیلے مسلمانوں نے آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دئے۔

☆ آپ کی میراث غصب کرلی اور اس کے لئے چھوٹی حدیث گڑھ لی کہ نبی کسی کو وارث نہیں بناتے جس پر آپ نے خطبہ دیتے ہوئے قرآنی مثالیں پیش کیں۔

☆ بیعت کے لئے دروازے پر ہجوم کیا اور گھر میں آگ تک لگا دی اور آپ اور آپکے اہل خانہ بالخصوص آپ کے شوہر کی گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر کھینچتے ہوئے بیعت کے لئے لے گئے لیکن پھر بھی نہ آج شوہر سے اور نہ آئندہ بیٹے سے بیعت لے سکے۔

☆ جلتے ہوئے دروازے اور دیوار کے درمیان پیس دیا گیا جس سے شکم میں ہی بیٹے کی شہادت واقع ہوگئی۔

☆ عمومی بائیکاٹ کر دیا گیا اور لوگوں کے ان سے یا ان کے گھر والوں سے ملاقات پر پابندی لگادی گئی۔

☆ آپ کے مصائب پر رونے پر پابندی عائد کر دی گئی یہاں تک کہ جس درخت کے نیچے بیٹھ کر آپ گریہ کرتی تھیں اُسے کاٹ دیا گیا۔

☆ آپ پر تازیانہ مارا گیا اور فدک کا ثبوت نامہ ہاتھ سے چھین کر پھاڑ دیا گیا اور آپ کے دعویٰ اور گواہی کو قبول نہ کیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ

یہ اور اس جیسے بے شمار مصائب و آلام تھے جن کی بنا پر بنتِ پیغمبرؐ، باپ کے بعد صرف چند دن زندہ رہیں اور ان میں بھی اکثر مرثیہ پڑھتیں کہ ''بابا! مجھ پر اتنی اور ایسی مصیبتیں ڈھائی گئیں کہ اگر وہ دنوں پر ڈھائی جاتیں تو دن، رات میں تبدیل ہو جاتے'' اور اسی غم میں ۱۳ر جمادی الاولیٰ یا ۳ر جمادی الثانیہ سن ۱۱ر ہجری کو شہید کر دی گئیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

جنابِ فاطمہؑ کے اقوالِ زرّیں:

☆ عورت کے لئے بہترین بات یہ ہے کہ نہ وہ نامحرم پر نظر کرے اور نہ نامحرم اسے دیکھنے پائے۔

☆ اے سلمان! اللہ نے ہمارے لئے نعمتیں جنت میں فراہم کی ہیں۔

☆ اے ابوالحسن! اگر آپ خوشحالی میں گزاریں گے تو بھی میں آپ کا ساتھ

دونگی اور اگر تنگدستی میں بسر کرینگے تب بھی آپ کا ساتھ دونگی۔

☆ اے ابوالحسن ! مجھے شرم آتی ہے کہ کہیں میں وہ نہ مانگ لوں جسے آپ پورا نہ کرسکیں۔

☆ میرے بابا رسول اللہؐ فرماتے تھے کہ "جنت ماؤں کے پیر کے نیچے ہے پس اُس سے لپٹے رہو"۔

☆ میری والدہ (جناب خدیجہؑ) نے میری اس طرح تربیت کی ہے کہ جو تمہیں خود زیادہ پسند ہو اُسے راہِ خدا میں دیا کرو۔

☆ اے ابوالحسن ! آپ میری قبر پر آکر قرآن پڑھا کیجئے گا۔

سوالات:

۱۔ جناب فاطمہؑ کے نسبی امتیازات لکھئے؟

۲۔ جناب فاطمہؑ کے ذاتی امتیازات کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

۳۔ جناب فاطمہؑ کے دو معنوی امتیازات لکھئے؟

۴۔ جناب فاطمہؑ کی مدینہ کی زندگی کے دو واقعات لکھئے؟

۵۔ جناب فاطمہؑ کے مصائب کی داستان مختصراً لکھئے؟

تاریخ وسیرتِ امیر المومنین

حضرت امام علی بن ابیطالب علیہما السلام

نامِ نامی	: علی (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
کنّیت	: ابوالحسن، ابوالحسنین، ابوالائمہ
القاب	: مرتضیٰ، کرّم اللہ وجہہ، ابوتراب وغیرہ
والد محترم	: حضرت ابوطالب بن عبدالمطّلب (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: فاطمہ بنت اسد (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۱۳؍رجب المرجب سن ۳۰؍عام الفیل، خانۂ کعبہ
اعلانِ ولایت	: ۱۸؍ذی الحجہ، ۱۰ھ، میدانِ غدیر، مکہ ومدینہ کے درمیان
آغاز امامت	: ۲۸؍صفر المظفر ۱۱ھ، مدینۂ منورہ
تاریخ ومقام شہادت	: ۲۱؍رمضان المبارک ۴۰ھ، مسجد کوفہ، عراق
قاتل (ملعون)	: عبدالرحمان ابن ملجم بحکم حاکم شام
کُل عمر	: ۶۳؍سال، ۲؍ماہ، ۸؍دن
مدفن	: نجف اشرف، عراق

تاریخ وسیرتِ امیر المومنین

حضرت امام علی بن ابیطالب علیہما السلام

(۱)

ماہِ رجب المرجب کی تیرہویں تاریخ سن ۳۰ / عام الفیل کی وہ مبارک ومسعود تاریخ تھی کہ خدائے لم یلد ولم یولد کے گھر خانہ کعبہ میں حضرت ابوطالبؑ اور جناب فاطمہؑ بنت اسد کے یہاں چوتھے بیٹے کی ولادت باسعادت ہوئی جس کے لئے یہ خدائی انتظام ہوا کہ جب جناب فاطمہؑ بنت اسد نے ولادت کی تکلیف کا احساس کیا تو گھر سے نکل کر خانہ کعبہ تک آئیں اور شکم کو دیوارِ کعبہ سے مَس کر کے کہا کہ اے خدا میں تیرے نمائندے ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے دین حنیف پر اعتقاد رکھتی ہوں اور تجھ ہی سے تقاضہ کر رہی ہوں کہ اس تکلیف میں میری مدد فرما۔ ابھی دعا تمام نہ ہونے پائی تھی کہ دروازۂ کعبہ کی پچھلی جانب میں ایک نیا در بن گیا اور اطمینان سے کعبہ کے اندر داخل ہوگئیں اور پھر دیوار بند ہوگئی۔

تین دن بعد حضرت محمد بن عبداللہؐ اپنے بھائی کے استقبال کے لئے آئے

اور جناب فاطمہؑ بنت اسد کعبہ سے باہر آئیں اور حضرتت محمدؐ سے بتایا کہ نہ ابتک بچے نے کلام کیا ہے اور نہ ہی آنکھیں کھولی ہیں۔ آپ نے اپنی گود میں بھائی کو لیا۔ جیسے ہی بچہ گود میں آیا آنکھیں کھول کر رسالت کی زیارت کی اور کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا پڑھوں؟ حضورؐ نے اجازت دی اور بچے نے آسمانی کتابوں اور قرآن مجید کے سورۂ مومنون کی تلاوت کی اور یہ طے کر دیا کہ الٰہی نمائندے دنیا میں آکر علم نہیں لیتے بلکہ دنیا میں علم لیکر آتے ہیں۔

رسول اللہؐ نے زبان چُسا کر پہلی غذا فراہم کی، حکمِ خدا سے بچے کا نام ''علی'' تجویز کیا اور بھائی کو اپنی ہمراہی میں لے کر نبوی تربیت فرمانے لگے۔ گھر میں جناب خدیجہؑ جس طرح اپنے بچوں کا خیال رکھتیں اُسی طرح علیؑ کا بھی خیال رکھتیں اور علیؑ بعض اوقات والدین سے ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے۔ رسول اللہ کی طرح علیؑ بھی عام بچوں سے مختلف تھے اور ایک دن میں ایک ہفتہ اور ایک ہفتہ میں ایک مہینے اور ایک مہینے میں ایک سال کے برابر نشو ونما پاتے رہے۔

کفارِ مکہ میں ایک سانپ تھا جو بچہ پیدا ہوتے ہی لایا جاتا تھا، اگر وہ بچہ کو ڈس لیتا تھا تو یہ سمجھا جاتا کہ بچہ ناجائز ہے اور اگر چھوڑ دیتا تو وہ جائز الولادت ہونے کی علامت ہوتا تھا۔ علیؑ ابھی گہوارے میں ہی تھے کہ وہ سانپ آیا اور آپ نے گہوارے ہی سے ہاتھ بڑھا کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور مکہ میں کہرام مچ گیا

کہ اب ولادت کے صحیح یا غلط کا معیار کیسے طے ہوگا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اب سے علیؑ کی محبت معیار ہے کہ جس میں علیؑ کی محبت ہوگی وہی طاہرالولادت ہوگا۔

امام علیؑ کی مکی زندگی:

علیؑ ابھی دس ہی برس کے تھے کہ حضورؐ مبعوث بر سالت ہوئے اور مردوں میں سب سے پہلے آپ ہی نے اظہارِ ایمان فرمایا ورنہ وہ تو ولادت سے ہی باایمان تھے۔

اس کے تین برس بعد حضورؐ پر آیت انذار نازل ہوئی اور حضورؐ نے دعوتِ ذوالعشیرہ کا حکم دیا جس کا سارا انتظام علیؑ ہی نے کیا اور مسلسل تین دنوں تک آپ کی نصرت کا وعدہ کرتے رہے جس پر تیسرے دن حضورؐ نے انھیں اپنا بھائی، وصی، وزیر اور خلیفہ ہونے کا اعلان فرمادیا۔

اس کے بعد علیؑ مسلسل سایہ کی طرح حضور نبی کریمؐ کے ساتھ رہے اور ہر لمحہ حضورؐ کا دفاع کرتے رہے۔ حضورؐ کی طرف آنے والے پتھر خود پر لے لیتے اور اس طرح اکثر زخمی بھی ہوجایا کرتے تھے۔

۱۷ برس کے ہوئے تو حالات اور بگڑ گئے اور مکہ والوں نے سوشل بائیکاٹ کردیا جس پر حضورؐ کے دفاع میں شعبِ ابوطالبؑ میں زندگی کے سخت ترین ایام گزارے۔

۲۰ر برس کے ہوئے تو ماہِ رجب کے اواخر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور علیؑ کے ساتھ گویا رسول خداؐ اور اسلام بھی یتیم ہو گیا۔ ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ ماہِ رمضان کی دس تاریخ کو ماں کی طرح کی شفقت دینے والی جناب خدیجہؑ بھی دنیا سے رخصت ہو گئیں اور رسول اللہؐ کے ساتھ علیؑ بھی بے انتہا رنجیدہ ہوئے۔

۲۳ر برس کے تھے کہ ایک شب رسولؐ نے بُلا کر بتایا کہ کفار نے میرے قتل کا منصوبہ بنایا ہے لہٰذا تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میں ہجرت کر جاؤں۔ صرف اتنا پوچھ کر کہ کیا میرے لیٹنے سے آپ کی جان بچ جائے گی، اطمینان کی نیند سو گئے اور خدا نے اپنی مرضی کے بدلے انکا نفس خرید لیا۔ اس طرح نبیؐ کی جان بھی بچ گئی اور نفس خدا کا سودا بھی ہو گیا۔ پھر تین دنوں بعد مکہ والوں کی امانتیں دیکر فواطم (فاطمہؑ بنت اسد، فاطمہؑ بنت زبیر اور فاطمہؑ بنت محمدؐ) کو ہمراہ لیکر مدینہ کی جانب ہجرت کر گئے۔

امام علیؑ کی مدینہ میں خدمات کا خاکہ:

امام علیؑ مدینہ میں بھی ہمیشہ نبیؐ کریمؐ کے سینہ سپر رہے اور اسلام اور رسول اسلام کا دفاع کرتے رہے۔ سن ۲ر میں جنگ بدر کی فتح کا سبب بنے اور دامادئ رسول کا شرف ملا، سن ۳ر میں جنگ اُحد میں رسول اسلامؐ کی جان اسلام کی شوکت کا تحفظ کیا، سن ۵ر میں کل کفر کو قتل کر کے کل ایمان قرار پائے، سن ۶ر میں

کاتب صلح ہوئے، سن ۷ر میں فاتح خیبر بنے، سن ۸ر میں فاتح مکہ اور بُت شکن ہوئے، سن ۹ر میں سفیر رسول اسلام بنے اور سن ۱۰ر میں رسولؐ کے ساتھ حج کیا اور ''مَنْ کُنتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ'' کی سند لے لی۔ اور سن ۱۱ر میں وفات پیغمبر اسلامؐ پر تجہیز و تکفین و تدفین کے سارے فرائض تب انجام دئے جب اُمّت کے بڑے بڑے ٹھیکیدار قسم کے لوگ الیکشن کی کارروائیوں میں مصروف تھے۔

اور اس طرح مولائے کائنات، امیر المومنین، قائد الغر المحجلین حضرت علی بن ابیطالب علیہ الصلواۃ والسلام کی زندگی کا ایک سنہرا باب مکمل ہوا۔

تاریخ اسلام نے علیؑ کی زندگی کا ایک اور رُخ وفات پیغمبرؐ کے بعد دیکھا ہے جس کا ذکر آئندہ ہوگا۔

سوالات:

۱۔ امام علیؑ کے والدین کا نام لکھتے ہوئے آپ کی ولادت کا واقعہ لکھئے؟

۲۔ امام علیؑ نے دس اور تیرہ برس کی عمر میں کیا شرف حاصل کئے؟

۳۔ امام علیؑ کی تبلیغ اسلام اور دفاع رسولؐ کی خدمت کا مختصراً ذکر کیجئے؟

۴۔ مدنی خدمات میں سن ۲ر اور سن ۳ر کی خدمات بتائیے؟

۵۔ سن ۱۰ر میں حاصل ہونے والے افتخار کا مختصر مگر جامع ذکر کیجئے؟

تاریخ وسیرتِ امیر المومنین

حضرت امام علی بن ابیطالب علیہما السلام

(۲)

تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی مشقتیں اور امام علی علیہ السلام کی دفاعی قوتیں ہی تھیں جنھوں نے انتہائی مختصر سے عرصہ میں اسلام کو نہ صرف کائنات کے بیشتر حصہ تک پہونچا دیا بلکہ شدید ترین دشمنوں کی طرف سے محفوظ بھی کردیا۔ اور اعدائے دین کے سامنے یہ واضح ہوگیا کہ ''الاسلامُ یعلُوا و لا یُعلی عَلَیہِ'' (اسلام ہی سربلند ہے اور اِس پر کسی کو فتح نہیں ہے)۔

لیکن یہ بھی تاریخ اسلام کی ایک سیاہ حقیقت ہے کہ نہ جانے کتنے چہرے جو اسلام کی کُھل کر مخالفت نہ کرسکتے تھے وہ اسلام میں داخل ہوگئے تھے اور منافقت کی نقاب چہرے پر ڈالے ہوئے اسلام سے بدلہ لینے کے لئے مناسب وقت کی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے اور اُنہیں مرسل اعظمؐ کی وفات سے یہ مناسب وقت فراہم

ہو گیا۔

یہی وجہ تھی ادھر رسول اسلامؐ کی آنکھ بند ہوئی اور اُنکے غسل وکفن ودفن کی فکر کے بجائے، لوگ حکومت کی تشکیل اور اس میں اپنے عہدوں کی تلاش میں میٹنگ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اُنھیں یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ جس شمعِ نبوت کے یہ پروانے تھے، وہ شمع کب سپرد لحد ہوگئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

امام علیؑ کی خدمات اور دنیاداروں کا آپ سے برتاؤ:

امام علیؑ نے اُن دنیاداروں سے الگ رسول خداؐ کے غسل وکفن، نماز ودفن کا اہتمام کیا اور کسی حکومت سازی یا عہدہ کی فکر میں نہ پڑے کیونکہ آپ پہلے ہی رسول اللہؐ کی طرف سے عہدۂ ولایت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ اور اسی بات نے حریفوں کو ان کی دشمنی پر آمادہ کر دیا جس کے نتیجہ کے طور پر گلے میں پھندا ڈالا گیا، نگاہوں کے سامنے زوجہ (فاطمہ بنت محمدؐ) پر جلتا دروازہ ڈھکیلا گیا، شکم میں بچہ کو شہید کیا گیا، سوشل بائیکاٹ کر دیا گیا، حق حکومت غصب کر لیا گیا، میراثِ پدری کو زوجہ سے چھین لیا گیا اور دختر پیغمبرؐ اور داماد پیغمبرؐ کے ساتھ وہ سب کیا گیا جو حُکّام وقت نے کفار و مشرکین کے ساتھ بھی نہ کیا۔

انھیں مصائب کی تاب نہ لاکر علیؑ کی معصومہ زوجہ یعنی جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کی شہادت واقع ہوگئی اور آپ جاتے جاتے وصیت کر گئیں کہ فلاں فلاں

کو میرے جنازے کی خبر نہ دیجئے گا۔

اب علیؑ ہیں اور وعدہ و بیعتِ پیغمبرؐ پر باقی رہ جانے والے چند افراد، جنہیں سماج میں اتنا حقیر کر دیا گیا تھا کہ لوگ ان کے ساتھ اسلامی تہذیب بھی روا نہیں سمجھتے تھے اور ان کے سلام کا جواب دینا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

امام علیؑ کی ظاہری خلافت:

اِنھیں حالات میں دنیاوی خلافتیں بدلتی رہیں، یہاں تک کہ اسلامی قوانین کی صریحی مخالفت پر مسلمانوں نے مدینہ پر یورش کر دی اور علیؑ کے نہ چاہتے ہوئے مدینہ میں اُس خلیفہ کا قتل ہو گیا جسے "ام المومنین"، "نعثل یہودی" کہا کرتی تھیں۔

مدینہ کے لوگوں نے علیؑ پر ہجوم کر دیا اور جبری مطالبہ کرنے لگے کہ آپ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور ہم آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اگرچہ اِن میں مخلصین کی تعداد کم تھی مگر اُمت کو مزید پراگندگی سے بچانے کے لئے امام علیؑ نے مجبوراً حکومت اختیار کرنے پر رضایت ظاہر کر دی۔

امام علیؑ کی عدالت پسندی اور اس کے برعکس نتائج:

اِس حکومت سازی کی دعوت میں بعض لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم علیؑ کو حکومت دِلا دینگے تو علیؑ جواب میں ہمیں بھی کوئی گورنری یا بڑا عہدہ ضرور دے دینگے۔ لیکن امیر المومنینؑ نے حکمِ قرآن اور سنتِ پیغمبرؐ کے احیاء پر بیعت لی تھی اور

اُس کے مطابق ایسے لوگوں کو کوئی عہدہ دینا خلافِ شریعت تھا جو دین وشریعت کی پاسداری کے بجائے اُس کی مخالفت اور اپنے عہدوں کا ناجائز فائدہ اُٹھانے کا ارادہ رکھتے ہوں، لہٰذا امام علیؑ نے اُنھیں کوئی بھی عہدہ دینے سے صاف انکار کردیا جس پر وہ باغی ہوگئے اور مکہ مکرمہ جاکر یہ کہنے لگے کہ خلیفۂ مقتول کے قاتل علیؑ ہیں۔

اُمُّ المومنین نے بھی دیکھا کہ علیؑ کا حاکم بننا اِس بات کا لازمہ ہے کہ اب کبھی حکومت اُن کے خاندان والوں میں نہ جاسکے گی، جس کے سبب وہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور نتیجتاً سن ۳۵ر میں جنگ جمل ہوئی جس میں ہزاروں لوگ قتل ہوئے۔ اور اسی شورش کے بہاؤ میں حاکمِ شامی بھی اپنی مستقل حکومت کا اعلان کرکے اپنا تخت بچانا چاہتا تھا جسکی بنا پر سن ۳۶ر میں جنگ صفین اور پھر جنگ نہروان کا مرحلہ پیش آیا۔ اِن جنگوں میں چونکہ علیؑ کا لشکر فاتح رہا تھا اور دشمن دین ناکام ہوا تھا بنا بریں حریف کو مسلسل ناکامی کا احساس ہوتا رہا جس کے نتیجہ میں جنگیں تو ختم ہوگئیں مگر علیؑ سے عداوت ودشمنی اور زیادہ بڑھتی گئی تھی۔

ان مرحلوں کے بعد علیؑ کوفہ آگئے اور اسلامی قوانین کے نفاذ اور تبلیغ وترویج اسلام کی فکر کرنے لگے لیکن دشمن اُن سے بدلہ لینے کی فکر میں سرگرداں رہا جس کے نتیجہ میں حاکم شام نے عبدالرحمان بن ملجم (ملعون) کو بہت ساری لالچ دیکر بھیجا، جس نے صبح ۱۹ر ماہ مبارک رمضان سن ۴۰ ہجری میں، عین روزہ ونماز کی حالت میں

مولائے کائنات کے سرِ اقدس پر زہر میں بجھی ہوئی تلوار ماری جس کی تاب نہ لا کر آپ ۲۱ رمضان المبارک سن ۴۰ ہجری کو شہید ہو گئے جس سے ارکان ہدایت منہدم ہو گئے اور دنیا تاجدارِ ولایت سے خالی ہو گئی۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

امام علیؑ کے حکمت آمیز ارشادات:

☆ جو دوسروں کی برائیاں دیکھے جبکہ خود اُس میں وہ برائی پائی جائے، وہ احمق ہے۔

☆ جس نے شہوتوں سے کنارہ کشی کر لی وہ آزاد ہو گیا۔

☆ تفکر سے نور اور غفلت سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

☆ سلامتی و عافیت کے دس اجزاء ہیں، نو ذکرِ خدا کے علاوہ خاموشی میں ہیں اور ایک بے وقوفوں کے ساتھ نہ بیٹھنے میں ہے۔

☆ اسلام سے بڑا کوئی شرف اور تقویٰ سے بڑی کوئی عزت نہیں ہے۔

☆ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے سے رزق میں زیادتی ہوتی ہے۔

☆ راتوں میں نماز پڑھنے سے جسم صحتمند رہتا ہے، اللہ کی مرضی ملتی ہے، رحمتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے اور انبیاء کی سنت پر عمل ہوتا ہے۔

☆مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے لئے آئینہ (کی طرح) ہیں لہٰذا کوئی برائی دیکھوتو نظر انداز کرنے کے بجائے اصلاح کرو۔

☆مومن اپنے برادرِ مومن کو نہ سزا دیتا ہے نہ خیانت کاری کرتا ہے، نہ تہمت لگاتا ہے اور نہ ہی مشکلات میں تنہا چھوڑ دیتا ہے۔

☆دعا میں چار باتوں کا سوال کرو: محمدؐ و آل محمدؑ پر صلوات، تقاضائے جنت، دوری از جہنم اور حورانِ جنت کا وصال۔

سوالات:

ا۔رسول اسلامؐ کی وفات پر دنیاداروں کا کیا کردار سامنے آیا؟

۲۔رسول اسلامؐ کے غسل، کفن، نماز ودفن کے فرائض کس نے انجام دئے؟

۳۔رسول اسلامؐ کی وفات کے بعد کتنی خودساختہ خلافتیں وجود میں آتی رہیں؟

۴۔امام علیؑ کو ظاہری خلافت کے دور میں کن کن جنگوں کا سامنا کرنا پڑا؟

۵۔امام علیؑ کی کب، کہاں اور کس حالت میں شہادت واقع ہوئی؟

تاریخ وسیرتِ سبطِ اکبر
حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

نامِ نامی	: حسن (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
کُنّیت	: ابو محمد
القاب	: سبط رسول، مجتبیٰ، ذکی، طیّب وغیرہ
والد محترم	: امام علی بن ابیطالب (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: فاطمہ بنت محمدؐ (علیہما السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۱۵؍رمضان المبارک ۳ھ، مدینہ منورہ
آغاز امامت	: ۲۱؍رمضان المبارک ۴۰ھ
تاریخ ومقام شہادت	: ۲۸؍صفر المظفر ۵۰ھ، مدینۂ منورہ
قاتل (ملعون)	: جعدہ بنت اشعث بہ سازشِ حاکم شام
کُل عمر	: ۴۶؍سال، ۵؍ماہ، ۱۳؍دن
مدفن	: قبرستان جنت البقیع ، مدینۂ منورہ

تاریخ وسیرتِ سبطِ اکبر
حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

(۱)

ماہِ رمضان المبارک کی پندرہویں تاریخ ۳ھ تھی کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بنتِ پیغمبر اسلامؐ، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو پہلا فرزند عنایت فرمایا۔ ظاہر سی بات ہے کہ بیتِ رسولِؐ اسلام میں ایک طویل عرصہ کے بعد یہ پہلا بچہ پیدا ہوا تھا تو فطری طور پر رسول خداؐ کو نانا بننے کی جتنی خوشی ہونا چاہیے تھی، وہ ہو رہی تھی۔ چنانچہ بچے کے پیدا ہوتے ہی جب حضور کو خبر ہوئی تو فوراً آپ نے بچے کو لیا، اُسے پیار کیا، اپنی زبان سے پہلی غذا فراہم کی اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور فرمایا کہ اِس بچہ کا نام ارداۂ مشیئت سے ''حسن'' رکھا گیا ہے۔ اس کے بعد حضورؐ ہی نے بچے کا عقیقہ کروایا کیونکہ نمائندگانِ الٰہی مختون پیدا ہوتے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام چونکہ تفسیر کوثر اور طعنۂ ابتر کا پہلا جواب بن کر پیدا

ہوئے تھے اس لئے سارا عالمِ اسلام خوش تھا اگرچہ یہ زمانہ جنگ اُحد سے قریب ترین تھا کہ جس جنگ کے نتیجہ میں سارا مدینہ غم واندوہ میں ڈوب گیا تھا اور ہر گھر سے شہیدوں پر رونے کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اور اگر سید الشہداء جناب حمزہؓ کے گھر سے رونے کی آوازیں نہ سنائیں دیں تو حضورؐ کو اِس کا شدید صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ''حمزہؓ جیسے پر حق تو یہ ہے کہ رویا جائے'' اور پھر مدینہ کی عورتوں کو بلا کر حمزہؓ کا غم منانے کی تاکید فرمائی۔

امام حسن علیہ السلام کا بچپن:

ابھی امام حسنؑ دو ہی برس کے ہوئے تھے کہ اسلام میں پھر ایک تازہ جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں اور خندق کے کھودے جانے کی گونج امام حسنؑ کے کانوں تک بھی پہونچی۔ پھر جنگ کا وقت آیا تو بیٹے ہونے کی حیثیت سے باپ کی محبت کا تقاضہ یہ تھا کہ امام حسنؑ اپنے والد کو جنگ میں جانے سے منع کرتے بلکہ اس کے برخلاف صرف بچہ ہی نے نہیں بلکہ زوجہ نے بھی منع کرنے کے بجائے حوصلہ افزائی کی اور اس طرح زہراؑ و حسنؑ کے حوصلوں کی بنا پر علیؑ نے خندق کے میدان میں اسلام کو ایک اور کامیابی دلائی۔

امام حسنؑ تین برس کے ہوئے تو صلح حدیبیہ ہوئی جس میں آپ کے والد کاتبِ صلح مقرر ہوئے۔ چار برس کی عمر میں جنگ خیبر کا مرحلہ پیش آیا جس میں امام

حسنؑ ہی نہیں بلکہ خود امیر المومنینؑ بھی ابتداءً میدان خیبر میں تشریف نہیں لے گئے تھے، اگرچہ یہ معرکہ بھی حسنؑ کے والد ہی ہاتھوں سر ہوا، جہاں سے لوٹتے ہوئے مرسل اعظمؐ نے فدک کا علاقہ اپنی بیٹی جناب فاطمہؑ کو حبہ فرما دیا تھا، اگرچہ رسولؐ کے بعد اسے اُمت کی ''سر کردہ شخصیات'' نے غصب کر لیا اور خاندان رسولؐ اُس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا گیا۔

جب امام حسنؑ کی عمر تقریباً سات برس ہوئی تو ۱۰ھ میں آپ نے اپنی زندگی کا پہلا سفر حج بیت اللہ کی ادائگی کے لئے مکہ مکرمہ کی جانب اپنے نانا مُرسل اعظمؐ اور والدین امام علیؑ و جناب فاطمہؑ کے ساتھ کیا جس سے یہ واضح کر دیا گیا کہ حج جیسی عظیم عبادت کی ادائگی میں چھوٹے بچوں کو بہانا بنانے کے بجائے اُنھیں ساتھ لیکر جانا چاہیئے۔ اور پھر اس سفر سے واپسی پر تقریباً سوا لاکھ مسلمانوں کے ساتھ واقعۂ غدیر کے عینی شاہد بھی رہے اور بیعت بھی کی۔ اگرچہ مسلمانوں نے اس واقعہ کو صرف دو مہینے دس دن میں ہی فراموش کر دیا اور وفاتِ رسول اسلامؐ کے بعد لوگوں کو واقعہ یاد نہ رہ گیا۔

ابھی امام حسنؑ آٹھ سال کے بھی نہ ہو پائے تھے کہ سفر حج سے واپس آ کر نانا رسول خداؐ مسلسل بیمار رہنے لگے اور بالآخر اُسی بیماری میں آپ نے کائنات سے منھ موڑ لیا اور دنیائے فانی سے انتقال کر گئے اور بتا گئے کہ ''جب مرسل اعظمؐ نہ رہے

کون رہے گا''۔اب امام حسنؑ ہیں اور فراقِ جد کے مرثیہ، اُس پر امتِ جد کی نافرمانی و بے وفائی، کہ بجائے اِس کے کہ لوگ گھر والوں اور سوگواروں کو پُرسہ اور تعزیت کے لئے آتے، آنے والے دروازے پر آگ اور لکڑی لیکر آئے، باپ کو گرفتار کیا، ماں کو درودیوار کے درمیان پیس دیا، تازیانہ مارا، بھائی کو شکم میں ہی شہید کر دیا اور گھر میں آگ لگادی کہ گھر کے افراد کے ساتھ ساتھ امام حسنؑ بھی جلتے جلتے، بس کسی طرح بچ گئے۔

اسی کے چند دنوں بعد مصائب یہاں تک پہونچے کہ امام حسنؑ کے باپ سے وہ حقِ حکومت جو خدا اور رسولؐ نے دیا تھا، اُسے چھین لیا گیا، ماں کو میراث سے محروم کر دیا گیا اور فدک کا سارا علاقہ جو تنہا ماں کی ملکیت تھا اُسے غصب کر لیا گیا۔امام حسنؑ نے اُسی دوران یہ مناظر بھی دیکھے کہ جب ماں نے خود دربار میں جاکر اپنے حق کا مطالبہ کیا تو اُنھیں جھوٹوں نے جھٹلا کر واپس کر دیا گیا اور عصمت فریاد کرتی رہ گئی۔ دوسری طرف امام حسنؑ وہ مصیبتیں بھی دیکھ رہے تھے جہاں ماں کو اپنے باپ پر رونے سے بھی منع کیا جارہا تھا اور خود امام حسنؑ اپنی ماں کو لیکر شہر سے باہر جس درخت کے نیچے گریہ کرنے کے لئے بٹھایا کرتے تھے اُسے بھی کاٹ دیا گیا۔

اوران جیسی ہزارہا مصیبتیں تھیں جنکی بنا پر ماں مرثیہ پڑھتے پڑھتے ایک دن خاموش ہوگئی اوراب زہراؑ میں طاقتِ تسبیح بھی باقی نہ رہی اور یہ وصیت کر کے کہ میں

فلاں فلاں لوگوں سے ناراض جارہی ہوں لہٰذا اُنھیں میرے جنازے کی خبر نہ دیجئے گا، رخصت ہوگئیں اور مرسل اعظمؐ کی حدیث بھی فریاد کناں ہی رہ گئی کہ ''فاطمہ میرا ٹکڑا ہے، جس نے اسے اذیت دی، اُس نے مجھے اذیت دی'' اور حدیث ہی کیا خود نبیٔ خدا بھی قبر میں ان مصائب کی اذیتیں برداشت کرتے رہے۔

اور یہاں سے اہلبیتؑ کے ساتھ امام حسنؑ کی زندگی بھی ایک نئے دور میں داخل ہوتی ہے جہاں مصیبتوں کے پہاڑ سر اُٹھائے اہلبیتؑ کو کچلنے کے لئے کھڑے ہیں اور رنج و آلام کی چکیاں ہیں اور اُن کے درمیان اہلبیتؑ پیسے جارہے ہیں۔ اور تمام اہلبیتؑ کے ساتھ خود سبط نبی حضرت امام حسن علیہ السلام بھی ان کا نشانہ بن رہے ہیں! جن کا ذکر آئندہ آئے گا۔

سوالات:

۱۔ امام حسنؑ کی تاریخ وسن و مقام ولادت لکھئے؟

۲۔ امام حسنؑ کے قریبی رشتہ داروں کے نام لکھئے؟

۳۔ امام حسنؑ نے سن ۵ر اور سن ۷ر میں کن معرکوں کا جائزہ لیا؟

۴۔ امام حسنؑ نے سب سے پہلا کون سا سفر کیا اور واپسی پر کیا ہوا؟

۵۔ امام حسنؑ کے نانا کی وفات اور ماں پر مصیبتوں کا مختصر ذکر کیجئے؟

تاریخ وسیرتِ سبطِ اکبر
حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام
(۲)

امامت کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام، پیدائش سے ہی منصبِ امامت پر فائز ہوتا ہے اور آغازِ حیات ہی سے وہ دنیا میں پیش آنے والے واقعہ کا صحیح طور پر تجزیہ کرتا رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ظاہراً اُس کا عہدِ امامت بعد میں شروع ہوتا ہے مگر اس میں روزِ اوّل سے ہی امامت کی تمامتر صلاحیتیں موجود رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام حسنؑ نے بھی ہر دور میں اُس عہد کا صحیح تجزیہ کیا اور مناسب ترین اقدامات کئے بھی اور اُس عہد کی امامت کے شانہ بہ شانہ دین کے تحفظ کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔

مرسلِ اعظمؐ کے اس فانی دنیا سے انتقال کرتے ہی دنیا نے اہلبیتؑ کی طرف سے رُخ پھیر لیا جس کے شکار امام حسنؑ بھی ہوئے لیکن چونکہ امام حسنؑ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان مصیبتوں پر صبر ہی اسلام کو پراگندگی سے بچا سکتا ہے لہٰذا صبر کرتے رہے۔

دورِ امامت امیر المومنینؑ میں امام حسنؑ کا کردار:

امام حسن علیہ السلام نے اپنے والد گرامی کے دورِ امامت میں انتہائی مشکل اور صبر آزما دور گزارے اور ان پر حکمِ امام کا اتباع کرتے ہوئے یا خاموش رہے یا اقدام کے لئے مناسب وقت کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نانا رسول اللہؐ کے منبر سے امیر المومنین علی علیہ السلام (جو آپ کے والد بھی ہیں) کے بارے میں برا بھلا سنتے رہے اور اسلام کی خاطر برداشت کرتے رہے، مسجد نبوی میں آمد ورفت پر تقریباً بندش رہی لیکن صبر کیا، سوشل بائیکاٹ کی مصیبتیں آئیں لیکن درگزر کیا، مگر جب کبھی اسلام کو بچانے کا مرحلہ آیا تو نہ باپ (امام علیؑ) نے اور نہ ہی بیٹے (امام حسنؑ) نے انکار کیا بلکہ اس مشکل وقت پر سامنے آتے اور قانونِ الٰہی کو تباہ ہونے سے حتی الامکان محفوظ کر لیتے تھے۔

۱۱ھ سے ۳۵ھ تک تقریباً پچیس سال تک ہر طرح کے رنج و آلام کا مقابلہ کیا لیکن اسلام کو حتی الامکان بچائے رکھا، اگرچہ حکمرانوں نے اسلام کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس اسلام بچانے کا سب سے زیادہ خمیازہ بھی انھیں اہلبیتؑ کو بھگتنا پڑا ہے۔ یہاں تک کہ ۳۵ھ میں مدینہ میں ایک ایسے شخص کا قتل ہوا جس نے کنبہ پروری میں اسلامی قوانین کی خود بھی دھجیاں اُڑائیں اور دھجیاں اُڑانے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتا رہا جس پر پانی اُمت کے

سَر سے اونچا ہوگیا اور مسلمانوں نے اُسے قتل کردیا کہ اُس کا زندہ رہنا اسلام کو نقصان پہونچاتا ہی رہتا۔اور یہ بھی مسلمہ ہے کہ اُس قتل میں اِس گھرانے کا کوئی ہاتھ نہیں تھا اس لئے کہ یہ اسلامی اخلاق کے حامل لوگ تھے جس کا ماننا یہ ہے کہ برائی کو ختم کیا جائے نہ کہ برے کو، کیونکہ برے کو اچھا بنایا جاسکتا ہے لیکن اگر برے کو ختم کردیا جائے گا تو امکان ہدایت ہی ختم ہوجائے گا۔

تاریخ اسلام یہاں سے ایک نئی کروٹ لیتی ہے جس سے وہ دنیا دار لوگ جنھوں نے امام حسنؑ کے والدؑ کو حق حکومت سے محروم کردیا تھا اب امام علیؑ پر ایسا ہجوم کرتے ہیں کہ اُسے روکتے ہوئے امام حسنؑ کے پیر کے اَنگوٹھے کُچل جاتے ہیں اور ان سب کا اصرار ہے کہ آپ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیں اور ہماری بیعت قبول کریں۔

اس بیعت کی خواہش کرنے والوں میں سب مخلص نہ تھے بلکہ کچھ مفاد پرست بھی تھے جس کا اندازہ امام علیؑ کے ساتھ ساتھ امام حسنؑ کو بھی تھا۔یہی وجہ ہے کہ باپ اور بیٹے دونوں اس حکومت سے حتی الامکان بے نیاز رہے لیکن جب بالکل مجبور ہوگئے تو امام علیؑ نے قرآن وسنت کے اجراء کی شرط پر حکومت قبول کرلی۔

امام علیؑ کو جیسے ہی حکومت ملی ، مفاد پرستوں نے اپنے مطالبے سامنے رکھے کہ ہم نے اپنی حاکمیتوں کی غرض سے یہ حکومت آپ کو دلائی ہے لہٰذا ہماری

گورنری کا اعلان کیا جائے جس پر کسی صورت امام علیؑ کیا کوئی بھی اسلام شناس تیار نہ ہوسکتا تھا کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ یہ گورنری پاتے ہی اسلامی گزانے میں پہلے والوں کی طرح لوٹ پاٹ مچا دینگے اور تبدیلیٔ حکومت صرف نام کی تبدیلی ہو کر رہ جائے گی۔

چنانچہ امام علیؑ نے انکار کردیا اور وہ حکومتی عہدوں سے مایوس ہوتے ہی بغاوت پر آمادہ ہوگئے اور مدینہ سے مکہ جاکر سازش کرنے لگے جس میں اسلام کی نمایاں خاتون بھی شامل ہوگئیں اور پھر جنگ جمل اور اس کے بعد جنگ صفین و نہروان کے معرکے پیش آئے جن میں امام حسنؑ نے بھرپور دفاع حق کا فریضہ انجام دیا۔ اور بالآخر لشکر حق کو کسی محاذ پر بھی ناکامی کے بجائے کامیابی ہی ملتی رہی جس کے نتیجہ میں کھسیائے ہوئے دشمن نے اب مقابلے کے بجائے جان لے لینے کی سازش کی اور ۲۱ ر رمضان المبارک ۴۰ھ کو امام حسنؑ عین حالت روزہ میں یتیم ہوگئے۔

امام حسن علیہ السلام کا دورِ امامت:

امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد سے امام حسن علیہ السلام کی ظاہری امامت کے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اور ہر سنجیدہ انسان یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ باپ کے قاتل کے سامنے عہدۂ امامت پر فائز ہو کر تحفظِ دین وشریعت اور اتحاد و یگانگت

امت کس قدر مشکل کام تھا جسے نہایت ہی خوش اُسلوبی کے ساتھ امام حسنؑ انجام دیتے رہے۔

دوسری طرف حاکم شام یہ چاہتا تھا کہ علیؑ کے قتل کا الزام مجھ پر نہ لگنے پائے اور میری حکومت کی ساکھ بھی کمزور نہ ہونے پائے جس کی وجہ سے اُس نے امام حسنؑ کو دعوت صلح دی اور کہا کہ آپ کی ہر شرط مجھے منظور ہے اور جس طرح چاہیں مجھ سے مصالحت کرلیں تاکہ امت مزید اختلافات کا شکار نہ ہو۔ تیسری جانب امام حسنؑ کو یہ بھی اندازہ تھا کہ صفین ونہروان کے حالات کے بعد جو لشکر میرے والد امام علیؑ کا وفادار نہ رہا تھا اُس سے وفاداری کی میں کس طرح امید کروں۔ لہٰذا آپ نے معاویہ کی پیشکش کو قبول کرلیا اور صلح نامہ میں وہ تمام شرائط لکھیں جو اسلام، شریعت اور اُمتِ مسلمہ کے حق میں تھیں۔ لیکن معاویہ نے عہد شکنی اور بغاوت کا پہلے ہی سے ارادہ کر رکھا تھا جس کی بنا پر اس نے کسی بھی شرطِ صلح پر عمل نہ کیا بلکہ منبر پر جا کر صلح نامہ کو پیروں سے کُچل ڈالا۔ لیکن امام حسنؑ ذمہ دار شریعت ہونے کے لحاظ سے آخری امکان تک شرائطِ صلح کی پاسداری کو اپنا شرعی فریضہ سمجھتے رہے اور آپکا یہ اقدام بھی معاویہ کی بدکاریوں کو برملا کرتا رہا جس کے نتیجہ میں ایک سازش کے تحت ایک بدبخت عورت جعدہ بنت اشعث کو امامؑ کی حرم سرا میں داخل کروایا گیا اور پھر اُس کو لالچ دیکر اُسی کے ہاتھوں امام حسنؑ کو زہر دلوادیا اور وہ آخرش ''خَسِرَتْ دُنیَا وَ

اَلْآخِـرَۃ" کا مصداق بن گئی کہ شوہر کا قتل بھی کیا اور کئے گئے وعدہ سے بھی مایوس ہوئی۔

اس طرح حضرت امام حسن علیہ السلام ۲۸ صفر المظفر ۵۰ ھ کو شہید کر دئے گئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے بھائی اور امام وقت، امام حسینؑ نے پہلوئے پیغمبر اسلامؐ میں دفن کرنا چاہا لیکن اُمُّ المومنین کی قیادت میں ایک گروہ نے مخالفت ہی نہیں کی بلکہ جنازے پر تیر بارانی کر دی جس کی مثال تاریخ اسلام میں اس سے پہلے کہیں نظر نہ آئی تھی اور مجبوراً امام حسینؑ نے اپنے بھائی کو قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

امام حسن علیہ السلام کے اقوال زرّیں:

☆ زہد، تقویٰ کا خیال اور دنیا سے پرہیز اور حلم، غصہ پر قابو اور نفس پر تسلط کا نام ہے۔

☆ حق و باطل کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ ہے، جو آنکھ سے دیکھا جائے وہ حق ہوتا ہے اور جو کان سے سنا جائے وہ اکثر باطل ہوتا ہے۔

☆ یاد رکھو کہ اللہ نے تمہیں بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ ہی تمہیں یونہی آزاد چھوڑ رکھا ہے۔

☆ اللہ نے تمہاری عمریں معین اور تمہارے رزق تقسیم کر رکھے ہیں۔

☆ تقویٰ ، رضائے خدا کی آخری حد ، توبہ کا دروازہ ، ہر حکمت کا سرچشمہ، ہر عمل کا شرف اور صاحبان تقویٰ کی کامیابی کا راز ہے۔

☆ ہر مشورہ کرنے والا ، راہِ نجات پا جاتا ہے۔

☆ قریب وہ ہے جس میں محبت زیادہ ہو چاہے رشتے میں دور کا ہو اور دور وہ ہے جو محبت میں کم ہو چاہے رشتہ میں قریبی ہی کیوں نہ ہو۔

☆ (دنیا کی) بے عزتی ،جہنم کی آگ سے آسان ہے۔

☆ خالص نیکی ،نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر ہے۔

☆ میری تعریف حد سے زیادہ نہ کرنا کہ میں خود کو بہتر جانتا ہوں اور مجھے جھٹلا نہ دینا کہ تم خود جھوٹے ہو جاؤ۔

سوالات:

۱۔ رسول اسلامؐ کے بعد کے کسی دو مصائب کا ذکر کیجئے جن سے امام حسنؑ بھی دوچار ہوئے ہوں؟

۲۔ امیر المومنینؑ کی بیعت کے موقع پر امام حسنؑ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟

۳۔امام حسنؑ کا جنگ جمل وصفین میں کیا کردار رہا؟

۴۔امام حسنؑ کوکس کی سازش پرکس اورکب شہید کیا؟

۵۔امام حسنؑ کب شہید ہوئے اورکہاں دفن نہ ہوسکے اورکہاں دفن ہوئے؟

تاریخ و سیرتِ شہیدِ اعظم

حضرت امام حسین علیہ السلام

نامِ نامی	: حسین (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
کنّیت	: ابوعبداللہ
القاب	: سبطِ اصغر، سید الشہداء وغیرہ
والدِ محترم	: امام علی بن ابیطالبؑ (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: فاطمہ بنت محمد (علیہما السلام)
تاریخ و مقام ولادت	: ۳رشعبان المعظم ۴ھ، مدینہ منورہ
آغاز امامت	: ۲۸رصفر المظفر ۵۰ھ
تاریخ و مقام شہادت	: ۱۰رمحرم الحرام ۶۱ھ، کربلائے معلیٰ
قاتل (ملعون)	: شمر ذی الجوشن بحکم یزید بن معاویہ
کُل عمر	: ۵۶رسال، ۴رماہ، ۶ردن
مدفن	: کربلائے معلیٰ

تاریخ وسیرتِ شہیدِ اعظم

حضرت امام حسین علیہ السلام

(۱)

ماہِ شعبان المعظم کی تیسری تاریخ سن ۴ رہجری تھی کہ خاندان رسالت اور بیت زہراؑ و علیؑ میں ایک مرتبہ پھر خوشی کی لہرتب دوڑی جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ اللہ نے فاطمہ زہراؑ کو دوسرا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ رسول اسلامؐ فوراً پہونچے اور بچے کو طلب کیا، کسی نے کہا کہ اتنا انتظار کیجئے کہ بچے کو غسل دے کر پاک کر دیا جائے تو حضورؐ ناراحت ہو گئے اور فرمایا کہ میرا بیٹا پاک و پاکیزہ پیدا ہوا ہے اور آج ہی سے امامت کی عصمت وطہارت کا املان ہو گیا۔ مرسل اعظمؐ نے بچہ کو آغوش میں لیا، سینہ سے لگایا، داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، اپنی زبان دے کر پہلی غذا فراہم فرمائی اور خود ہی عقیقہ کروایا کہ امام مختون پیدا ہوتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کا بچپن:

بچہ کا نام رسول خداؐ نے حکم خدا سے ''حسین'' رکھا اور اسے اپنا بیٹا کہا۔ ابھی نبی خداؐ بچے کو گود میں لئے ہوئے پیار کر رہے تھے کہ جبرئیل نے آکر بچے کی شہادت کی خبر دی جس پر اللہ کے رسولؐ نے گریہ کیا جس کے سبب ہر ایک رو دیا اور شہید پر

رونے کی ایک اور دلیل فراہم ہوگئی کہ شہید راہِ خدا پر رونا سنت رسولؐ ہے، بدعت نہیں ہے۔

رسول اسلامؐ کو اپنے دونوں نواسوں سے بے انتہاء لگاؤ تھا، آپ انھیں گود میں لیتے، کاندھے پر بٹھاتے، سینہ سے لگاتے اور دونوں کے بارے میں فرماتے: ''یہ علیؑ و فاطمہؑ سے میرے بیٹے ہیں''، ''یہ دونوں جنت کے سردار ہیں''، ''یہ میرے لختِ جگر ہیں''، ''یہ دونوں مجھ سے ہیں اور میں ان دونوں سے ہوں'' وغیرہ وغیرہ

حضورؐ کی حسنؑ و حسینؑ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ

☆ اگر حالتِ سجدہ میں یہ پشت پر سوار ہو گئے تو حکم خدا سے سجدے کو تبتک طول دیتے رہے جبتک یہ خود سے اُتر نہ گئے۔

☆ حالتِ خطبہ میں اگر اِن کا دامن میں پیر میں اُلجھ گیا تو حضورؐ منبر سے خطبہ روک کر اُتر آئے۔

☆ انھوں نے اگر سواری کا تقاضہ کردیا تو حضورؐ ناقہ بن گئے اور اگر مہار مانگ لی تو زُلفوں کو حوالے کرکے بتایا کہ اب رسالت اُدھر اُدھر جائے گی جدھر جدھر حسنؑ و حسینؑ چاہیں گے۔

امام حسینؑ نے اپنی ابتدائی زندگی کے سات سال اپنے نانا پیغمبر اسلامؐ کے

ساتھ گزارے جس میں ۱۰ ھ میں سفرِ حج پر بھی گئے اور انتہائی بچپن میں حج بیت اللہ جیسی عظیم عبادت انجام دی اور شاید یہی وجہ تھی کہ زندگی بھر حج کے عاشق رہے اور حج کرتے رہے۔ (مگر زندگی کے آخری حج کو عمرہ سے تبدیل کرنا پڑا) اور اسی سفر سے واپسی پر واقعہ غدیر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اُس مبارکباد کی بخ بخ بھی سنی اور پھر کچھ ہی دنوں میں اُسے فراموش ہوتے بھی دیکھا۔

۲۸ر صفر ۱۱ ھ کو نانا کا فراق، حسینؑ کا سب سے پہلا امتحان تھا کہ کائنات نبوت و رسالت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خالی ہو رہی تھی اور حسینؑ مرضیٔ پروردگار پر راضی رہے۔ اور پھر اس کے بعد حسینؑ پر مختلف حوالوں سے امتحانات کا سیلاب تھا جسے ساری عمر تحفظِ دین کی خاطر برداشت کرتے رہے۔

امام حسین علیہ السلام، مرسل اعظمؐ کے بعد:

اس کے بعد پورے خاندانِ رسالت اور بالخصوص امام حسینؑ نے اُن مصائب کا سامنا کیا کہ اگر وہ دِنوں پر پڑ جاتے تو دن بھی انھیں برداشت نہ کر سکتے اور راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔ یوں تو یہ مصیبتیں سبھی پر تھیں لیکن ان سب میں امام حسینؑ سب سے زیادہ مصیبتوں میں مبتلاء اسلئے بھی تھے کہ آپ عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ والد، امیر المومنین علیؑ اور والدہ، حضرت فاطمہ زہراؑ پر ہونے والے مصائب کا شاید سب سے زیادہ احساس امام حسینؑ ہی کو رہا ہوگا کہ بیٹے کے سامنے

ماں باپ ایسی مصیبتیں برداشت کر رہے تھے۔ لیکن حسینؑ مرضیٔ معبود اور وحدتِ اُمت کی خاطر خاموشی سے اُنھیں برداشت کر رہے تھے۔

ان مصیبتوں کی حد تو تب ہوگئی جب وفات مرسل اعظمؐ کے ۷۵ ر یا ۹۵ ر دنوں بعد ہی حسینؑ پر ایک مصیبت کا پہاڑ اور ٹوٹ پڑا۔ جس کی وجہ سے ماں، جناب فاطمہؑ مصائب کو برداشت نہ کر سکنے کی بنا پر، اُن زخموں کے سبب جو پہلو پر دروازہ گرائے جانے، بھائی کے شکم مادر میں شہید ہونے، تازیانہ کھانے اور بھرے دربار میں جھٹلائے جانے کے سبب ملے تھے، ۱۳ ر جمادی الاولیٰ یا ۳ ر جمادی الثانیہ ۱۱ھ کو دارِ فانی چھوڑ کر حضور پروردگار میں شہید ہو کر حاضر ہوئیں اور حسینؑ صرف سات برس کی عمر میں ایسے سنگین اور پُر مصائب دور میں یتیم ہو گئے۔ اب مصیبتیں تھیں اور والد اور بھائی کے ساتھ حسینؑ تھے کیونکہ دلاسہ دینے والی شفیق ماں بھی نہ رہ گئی تھی۔

امام حسین علیہ السلام، جناب فاطمہؑ کے بعد:

ظاہری بات ہے کہ دشمن کے لئے فاطمہ زہراؑ کا گزر جانا کسی خوشی کے موقع سے کم نہ تھا کیونکہ اب تک دشمن کو ایک تکلف ضرور تھا کہ یہ بنت رسولؐ اسلام تھیں اور کہیں نہ کہیں اس پر لوگ اعتراض ضرور کرتے تھے لیکن اب دشمن کا راستہ صاف ہو چکا تھا کہ رسولؐ کی بیٹی اس دنیا سے جا چکی تھی اور اب مصیبتیں ڈھانے میں انھیں کوئی تکلف نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا علیؑ اور اولادِ علیؑ سے اتنی بیگانہ کر دی گئی

تھی کہ انھیں سلام کرنا کیسا، نئی مرتبہ اُن کے سلام کا جواب بھی نہ دیا جاتا تھا۔اور یہ سلسلہ ایک دو سال نہیں بلکہ تقریباً چوبیس سال تک جاری رہا کہ جس میں پوری ایک نئی نسل تیار ہوگئی جو اہلبیتؑ کو قابل احترام تک نہ سمجھتی تھی کیونکہ اس نے آنکھ کھولنے کے بعد سے جوان ہونے تک اُن کی توہین وتذلیل ہی دیکھی تھی۔

امام حسینؑ اور امام علیؑ کا دورِ حکومتِ ظاہری:

۳۵ھ میں مدینہ میں عثمان کے قتل ہونے سے حالات بدلے اور اب علیؑ کو نظر انداز کرتی رہنے والی دنیا نے خودغرضی اور مجبوری کی وجہ سے انھیں کے در پر ناک رگڑی اور علیؑ سے بیعت لینے کا مطالبہ کیا گیا اور بالآخر امیر المومنینؑ نے نہ چاہتے ہوئے بھی زمامِ حکومت سنبھال لی اور بہت ساری ذمہ داریوں میں حسینؑ بھی شامل ہوگئے۔

امام علیؑ کو حکومت کی یہ پیشکش چونکہ مخلصانہ نہ تھی اس وجہ سے آغاز حکومت ہی سے وہی لوگ جو حکومت کی پیشکش میں پیش پیش تھے منحرف ہوگئے اور پھر قتل عثمان میں علیؑ کے شامل ہونے کا ایسا فتنہ کھڑا کیا گیا کہ جس کے کچھ نتائج جنگ جمل وصفین کی شکل میں ظاہر ہوئے اور حسینؑ نے حق وصداقت کا ہر حال میں ساتھ دیا۔ابھی یہ فتنے پوری طرح سے تھمنے بھی نہ پائے تھے کہ میدانِ جنگ میں شکست کا بدلہ لینے کے لئے سازشوں کا سہارا لیا جانے لگا جس کے سبب ۱۹ ررمضان المبارک

۴۰ھ کو مسجد کوفہ (حرم انبیاء) میں عین حالت نماز و روزہ میں عبد الرحمان بن ملجم (ملعون) نے امام علیؑ کے سر پر زہر میں بجھی ہوئی ایسی ضربت لگائی جس کے نتیجہ میں ۲۱ ر رمضان کو علیؑ اس دنیا سے شہید ہو کر گزر گئے اور حسینؑ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یتیم ہو گئے۔

امام حسینؑ اور دورِ امامتِ امام حسنؑ:

اب یہاں سے امام حسینؑ کے بھائی حضرت امام حسنؑ کی امامت کا دور شروع ہوتا ہے جس میں ہر درد و تکلیف میں حسینؑ، امامِ وقت حضرتِ حسن علیہ السلام کے برابر کے شریک ہیں۔ صلح کا فیصلہ، اُمت کی حفاظت، ساتھیوں کا نقص ایمان اور بزدلی، جنگ میں ساتھ نہ دینا، مصلے کا چھن جانا، خیمہ کے پردہ پر حملہ، کوفہ کا ترک کرنا، مدینہ آنا اور وطن میں بھی اجنبیت کا کرب برداشت کرنا، معاویہ کا صلح کی پیشکش کر کے اُس کی دھجیاں اُڑانا، معاویہ کا چاہنے والوں کو گرفتار کرنا، انھیں سزائیں دینا اور اس طرح کی ہزاروں اذیتیں اور آزار تھے جن میں امام حسنؑ کے ساتھ امام حسینؑ بھی برابر کے شریک رہے۔ یہاں تک کہ ۲۸ رصفر ۵۰ھ کو عین وفاتِ مرسل اعظمؐ (۱۱ھ) کے دن حکومت شام کی سازش کے تحت امام حسنؑ کی زہر دغا سے شہادت واقع ہو گئی اور امام حسینؑ نے بھائی کے جنازے پر تیروں کی بارش کا درد بھی جھیلا اور بالآخر انھیں جنت البقیع میں سپرد لحد کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام کا آغازِ دورِ امامت:

اس کے بعد اب امام حسینؑ کا دور امامت شروع ہوتا ہے جس کے پس منظر میں ماں کی شہادت، باپ کی شہادت اور بھائی کی شہادت کا درد پوشیدہ ہے اور انھیں ان ساری باتوں کے باوجود شرائط صلح کی پاسداری بھی کرنا ہے اور دین کو ضائع اور تلف ہونے سے بھی بچانا ہے۔ اس راہ میں امام حسینؑ نے کیا کیا درد و دکھ، اذیت و آزار اور شدائد و مصائب برداشت کیے، اس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

سوالات:

۱۔ امام حسینؑ سے رسولِ خداؐ کی محبت کی دو مثالیں لکھیے؟

۲۔ امام حسینؑ کی والدہ پر ہونے والی دو مصیبتیں یاد کیجیے؟

۳۔ امام حسینؑ نے اپنی والدہ کے بعد ۲۴ سال کیسے گزارے مختصراً لکھیے؟

۴۔ امام حسینؑ نے اپنے والد کے دورِ حکومت میں کن جنگوں کا سامنا کیا؟

۵۔ امام حسنؑ کے دورِ امامت میں امام حسینؑ کا کردار مختصراً لکھیے؟

تاریخ وسیرتِ شہید اعظم

حضرت امام حسین علیہ السلام

(۲)

تاریخی اعتبار سے اگر امام حسین علیہ السلام کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ آپ کی تقریباً ساری زندگی (بالخصوص رسول اللہؐ کے بعد کی زندگی) ایسی سیاسی ردوبدل اور ایسے سازشی انقلابات سے دوچار رہی ہے جہاں کسی دور میں بھی آپ کو چین وسکون سے زندگی گزارنے کا موقع نہیں مل سکا اگرچہ اس کے باوجود بھی آپ نے تبلیغ وترویج اسلام اور تحفظ دین وشریعت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرمایا۔

والدہ پر مصیبتوں کے سخت ترین ایام ہوں یا والد کی خانہ نشینی کے فتنوں سے بھرے ہوئے ادوار۔ والد کی ظاہری حکومت میں عدل وانصاف کی کوششوں کے جواب میں فتنہ وفساد سے بھرے زمانے ہوں یا بھائی کے دورِ امامت کے صلح وآشتی کے جواب میں ظلم وطغیان کے آلام وآزار۔ یہ سارے زمانے وہ ہیں جن میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے رنج وغم، مصائب وشدائد اور آلام وآزار کا مقابلہ بھی کیا اور تحفظِ دین مبین کا فریضہ بھی انجام دیا۔

امام حسین علیہ السلام کا دورِ امامت:

اور ظاہر سی بات ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا دورِ امامت، جس کا پس منظر اتنا سنگین اور غمگین رہا تھا، اُس کا منظر نامہ کیسا ہوگا اس کا اندازہ ہر صاحبِ شعور لگا سکتا ہے۔ امام حسینؑ کو اُس وقت ظاہری امامت کا منصب ملا جب بھائی کو صلح نامہ کی پابندی کے جرم میں زہر دغا سے شہید کر دیا گیا۔ اور پھر اُس کے بعد وہ جو رشتہ کے اعتبار سے نانی کا درجہ رکھتی تھیں، کی قیادت میں نواسہ کے جنازے پر تیروں کی بارش ہوئی۔ اور اب امام حسینؑ کا بھی شرعی و اخلاقی فریضہ تھا کہ چونکہ امام حسنؑ کے عہدِ امامت میں آپ بھی اُن کی امامت کے تابع تھے لہٰذا اُس دور میں ہونے والی مصالحت کی پاسداری کریں (چاہے حریف اصولِ اسلامی کی مخالفت ہی کیوں نہ کرر ہا ہو جیسا کہ معاویہ کی طرف سے کیا جا رہا تھا) اور آپ حتی الامکان اپنی طرف سے شرائطِ صلح کی خلاف ورزی نہ ہونے دیں۔

امام حسینؑ اور شرعی ذمہ داریوں کی ادائگی:

یہی وجہ ہے کہ حاکمِ شام، معاویہ بن ابوسفیان کی ساری غیر شرعی اور غیر اخلاقی شرارتوں کی باوجود بھی امام حسین علیہ السلام تقریبا دس سال تک اُن تمام شرائطِ صلح پر پابند رہے جو امام حسنؑ نے معاویہ کے تقاضہ پر اُس سے کی تھی۔ یہ وہ دور تھا جس میں آپ نے دنیاوی سیاست (جو دراصل مکر و فریب اور غیر اسلامی زندگی کا

مجموعہ تھی) سے مکمل کنارہ کشی رکھی ، تحفظِ دین کی خاطر والد اور بھائی کی طرح ہمیشہ دینی مشکلات پر شرعی مسائل کے بیان کے لئے بادشاہانِ وقت کے دربار تک میں چلے جاتے ، تبلیغ و ترویج دین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے ، اخلاقِ اسلامی کا عظیم ترین مظاہرہ فرماتے ، غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرتے ، بیواؤں اور یتیموں کی سرپرستی اور کفالت کا فریضہ انجام دیتے اور مختلف انداز سے اسلامی احکام کی تعلیم و تربیت فرماتے رہے۔

امام حسین علیہ السلام اور آغاز کربلا:

اوپر ذکر کئے گئے حالات کا سلسلہ امام حسین علیہ السلام نے ۲۸ رصفر ۵۰ ھ سے رجب المرجب ۶۰ ھ کی آخری دہائی کے آغاز تک جاری رکھا اور اس ذیل میں تمام تر مصائب و مشکلات کو برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حاکمِ شام کی زندگی کی شام آئی اور وہ تاریکی قبر کے حوالے کیا گیا اور اُس کی جگہ پر اُس کا بیٹا ، جو باپ سے بھی برائیوں اور بدبختیوں میں آگے تھا ، تختِ حکومت پر براجمان ہوا اور اُس نے اپنے باپ کے کہنے کے مطابق اپنی حکومت کے تمام اہم افراد سے بیعت کا مطالبہ کر دیا ، جن میں سب سے نمایاں شخصیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی تھی۔ ظاہری بات ہے کہ صلح معاویہ سے ہوئی تھی تو پاسداریٔ صلح بھی معاویہ تک محدود تھی اور اب حاکم معاویہ کی جگہ پر یزید تھا۔ اور دوسری طرف معاویہ کے برخلاف یزید

نے اپنی باطل حکومت کی بیعت کا مطالبہ صاحب حق وشریعت سے کردیا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ حق، باطل کے ہاتھوں بِک جائے جو امام حسین علیہ السلام کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اُس مطالبۂ بیعت پر تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ ''مجھ جیسا، یزید جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا''۔اور یہ انکارِ بیعت، یزیدیت کے غرورِ حکومت وتمکنت کے منھ پر بھرپور طمانچہ تھا جسے یزید برداشت نہ کرسکا اور جس کے نتیجہ میں دین وشریعت، بلکہ شرافت وانسانیت کی ساری حدیں پار کردیں اور بالآخر بات واقعۂ کربلا تک پہونچ گئی۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ طے کرلیا تھا کہ تحفظِ دین اور حفاظتِ شریعت میں جو بھی مشکلیں پیش آئیں گی اُنھیں برداشت کریں گے۔ چنانچہ ۲۸ رجب المرجب ۶۰ ھ کو یزید کے حکم کے مطابق آپ سے مدینہ چھڑوادیا گیا اور ۴ شعبان المعظم کو آپ مکہ آگئے۔ آپ کو یہاں بھی آپ کو چین سے نہ رہنے دیا گیا اور آپ نے یہ محسوس کیا کہ میرے قتل سے حرمت مکہ اور عظمت کعبہ مجروح کردی جائے گی لہٰذا آپ ۸ ذی الحجہ ۶۰ ھ کو مکہ مکرمہ ترک کر کے عراق کی جانب چل دیئے اور بالآخر ۲ محرم الحرام ۶۱ ھ کو سرزمین کربلا پر وارد ہوگئے۔

م حسین علیہ السلام اور کربلا:

ربلا میں دشمن اسلام یزید بن معاویہ نے ظلم وستم کی ساری حدیں پار کر

دیں اور حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے کربلا پہونچنے کے دوسرے ہی دن سے اُنکے لئے دریا پر پابندی لگا دی گئی جس کے نتیجہ میں خیام حسینی میں ساتویں محرم کو پانی بالکل ختم ہو گیا اور بچے، خواتین، بوڑھے اور جوان سب پیاس سے بیحال ہونے لگے، اور یہ سلسلہ اُن کی زندگی کے خاتمہ تک چلتا رہا۔

نویں محرم کو یزیدی لشکر نے لڑائی کی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور چاہنے لگے کہ جنگ شروع ہو جائے لیکن امام حسینؑ نے اتمامِ حجت کے لئے جنگ کو ایک ہی دن سہی مگر ٹال دینے کا مطالبہ فرمایا۔ دسویں محرم کو نمازِ فجر کے خاتمہ کے ساتھ ہی یزیدی لشکر نے خیام حسینی پر حملہ کر دیا اور انصارِ حسینی نے اس حملہ کا بھرپور مقابلہ کیا لیکن آخرش حملہ کی گرد بیٹھنے پر معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کے تقریباً پچاس ساتھی راہِ خدا میں شہید ہو چکے تھے۔

اب جنگ شروع ہو چکی تھی، آپ کے لشکر کی علمداری حضرت عباسؑ کے ہاتھوں میں تھی اور اُنھوں نے پوری جانبازی اور وفاداری کے ساتھ اپنے مختصر سے لشکر کو دوپہر کے بعد تک لڑاتے رکھا اور اُنھیں کی حکمت عملی کے سبب دوپہر کی جنگ میں یزیدی فوج کے ہزاروں لوگ فی النار ہو چکے تھے۔ نمازِ ظہر کا وقت آیا، اصحاب حسینی میں باقی رہ جانے والوں نے امامؑ کی قیادت میں نماز جماعت ادا کی اور پھر ایک ایک کر کے راہِ خدا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے رہے۔

یہاں تک اصحاب کے بعد گھر کے جوانوں اور بچوں کی باری آئی اور وہ بھی راہِ خدا میں شہید ہوتے رہے اور جب کوئی باقی نہ رہ گیا تو خود امام حسینؑ مقتلِ کربلا میں تشریف لائے، آپ نے تین بھرپور حملے کیے۔ میمنہ (دشمن کے لشکر میں داہنی جانب)، میسرہ (دشمن کے لشکر میں بائیں جانب) اور قلب لشکر (لشکر کا درمیانی حصہ) میں یزیدی افواج کی ساری صفوں کو درہم برہم کر دیا لیکن جب آوازِ غیب سُنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ''اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف پلٹ آ، تیرا رب تجھ سے راضی ہے، تو بھی اپنے رب سے راضی ہو جا اور میرے بندوں اور میری جنت میں داخل ہو جا'' تو امامؑ نے جنگ روک دی۔ اب دشمنوں کو موقع مل گیا اور بالآخر زخموں کی تاب نہ لا کر آپ گھوڑے سے زمین پر آئے اور سر سجدے میں رکھ دیا جس سے قاتل کو موقع فراہم ہو گیا اور اُس نے عین حالت سجدہ میں آپ کا سر قلم کر دیا۔ انا للّٰه و انا الیه راجعون۔

امام حسینؑ کی زندگی کا سفر اگرچہ یہیں تمام ہو جاتا ہے لیکن دشمنوں کے مظالم ختم نہ ہوئے۔ اور ظالموں نے اہل حرمؑ کو اسیر کر کے در بدر کیا، کوفہ و شام میں پھرایا، بازاروں کی طرف سے لے گئے، درباروں میں پیش کیا، قید خانوں میں رکھا اور ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے رہے۔ اور اُن کے ساتھ ساتھ امام حسینؑ کا سرِ اقدس بھی شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار پھرایا جاتا رہا اور بالآخر امام علی بن حسین علیہ السلام نے

ایک طویل مدت کے بعد اُسے دفن کیا۔

امام حسین علیہ السلام کے اقوال زرّیں:

☆ اللہ نے سب سے پہلے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب کیا ہے۔

☆ سات وہ مخلوقات جو رحمِ مادر میں نہیں رہیں وہ: جناب آدمؑ، جناب حواؑ، وہ کوا جو دفن ہابیل کے لئے آیا تھا، دنبہ جو اسماعیل کی جگہ ذبح ہوا، ناقۂ صالحؑ، عصائے موسیٰؑ اور وہ پرندہ جسے جناب عیسیٰؑ نے پیدا کیا تھا۔

☆ انسانوں کا رزق چوتھے آسمان پر ہے جسے اللہ اپنی مرضی سے نازل اور حساب سے تقسیم کرتا ہے۔

☆ آپ کے سامنے غیبت کرنے والے سے فرمایا: اے شخص! غیبت مت کر، کیونکہ یہ جہنم کے کتوں کی غذا ہے۔

☆ کچھ لوگ لالچ میں عبادت کرتے ہیں وہ تاجروں کی عبادت ہے، کچھ خوف سے عبادت کرتے ہیں وہ غلاموں کی عبادت ہے اور بعض افراد شکر خدا میں عبادت کرتے ہیں یہ آزادوں کی عبادت اور بہترین عبادت ہے۔

☆ کلام کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے۔

☆ جو خدا کے علاوہ کوئی پناہ نہ رکھتا ہو، اس پر ظلم سے ڈرو۔

☆ بھائی (دوست) چار طرح کے ہوتے ہیں: جو اپنا اور تمہارا، دونوں کے فائدے چاہے۔ جو صرف تمہارا فائدہ چاہے۔ جو صرف اپنا فائدہ چاہے اور جو نہ اپنا اور نہ ہی تمہارا فائدہ چاہے۔

☆ صاحبان عقل وخرد کی ہمنشینی تمہارے مقبول ہونے کی علامت ہے۔

☆ جو کام تمہیں شرمندگی میں ڈالے اُس سے بچو کیونکہ مومن نہ برائی کرتا ہے اور نہ شرمندہ ہوتا ہے اور منافق ہر روز بدی بھی کرتا ہے اور شرمندہ بھی ہوتا ہے۔

سوالات:

۱۔ امام حسینؑ کا آغاز امامت کن حالات میں ہوا؟

۲۔ امام حسینؑ نے امام حسنؑ کی کس بات کا اور کب تک خیال رکھا؟

۳۔ امام حسینؑ کا دور امامت کتنا اور کن کن بادشاہوں کے عہد میں گزرا؟

۴۔ امام حسینؑ نے سفر کا آغاز کب کیا، اور کب مکہ کربلا پہونچے؟

۵۔ روز شہادت حسینی کا مختصر بیان کیجیے؟

تاریخ وسیرتِ زین العابدین

حضرت امام علی بن حسین علیہما السلام

نامِ نامی	: علی (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
کنّیت	: ابومحمد
القاب	: زین العابدین، سید الساجدین، ذوالثفنات وغیرہ
والدمحترم	: امام حسین بن علی (علیہما السلام)
والدۂ محترمہ	: شہر بانو (علیہا السلام)
تاریخ ومقام ولادت	: ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۳۸ھ ، مدینہ منورہ
آغاز امامت	: ۱۰ر محرم الحرام ۶۱ھ
تاریخ ومقام شہادت	: ۲۵ر محرم الحرام ۹۵ھ ، مدینہ منورہ
قاتل (ملعون)	: ولید بن عبدالملک
کُل عمر	: ۵۶ر سال، ۷ر ماہ، ۱۰ر دن
مدفن	: قبرستان جنت البقیع ، مدینہ منورہ

تاریخ وسیرتِ زین العابدین

حضرت امام علی بن حسین علیہما السلام

(۱)

ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ کی پندرہویں تاریخ تھی جب مالک کائنات نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو پہلا فرزند عنایت فرمایا جس کا نام ''علی'' رکھا گیا اور یہ نام امام حسینؑ کو کچھ اتنا پسند تھا کہ اُس کے بعد آپ نے اپنے تمام بیٹوں کے نام ''علی'' ہی رکھے تاکہ بعد کی تاریخ حق وباطل کو نام سے بھی پہچان سکے کہ کسے رسول خداؐ کے بھائی کا نام پسند ہے اور کن لوگوں کو اَغیار کے نام پسند ہیں۔

امام علی بن حسین علیہ السلام کے القاب:

آپ کے القاب میں زین العابدین، سید الساجدین، سجاد اور ذوالثفنات بہت زیادہ مشہور ہیں اور اِن سب کا تعلق آپ کے ذوقِ عبادت سے ہے کہ آپ عبادت گزاروں کی زینت، سجدہ گزاروں کے سردار، چھوٹی چھوٹی نعمت پر سجدۂ شکر کرنے والے اور کثرتِ سجدہ سے جسم کے حصوں میں گھٹے پڑ جانے والے تھے۔

امام علی بن حسین علیہ السلام کی رشتہ داریاں:

آپ کے دادھیال میں والد: امام حسینؑ، چچا: امام حسنؑ، دادا: امام علیؑ، دادی: جناب فاطمہؑ، جدۂ ماجدہ: جناب خدیجہؑ اور جد اکبر: مرسل اعظمؐ تھے۔ اور نانھیال میں نانا: ایران کا بادشاہ یزدجرد تھا اور والدہ: جناب شہر بانو تھیں جن کو دورِ حکومت مولائے کائناتؑ میں مالِ غنیمت کے ساتھ ایران سے لایا گیا تھا اور امام علیؑ نے انھیں غلامی سے آزاد کر کے اُن کی شادی امام حسینؑ سے کردی تھی جن سے امام سجادؑ کی ولادت ہوئی اور پھر ولادت کے دس دنوں کے اندر ہی وہ دنیا سے رخصت ہوگئیں گویا قدرت نے انھیں صرف اسی عظیم خدمت کے لئے فراہم کیا تھا۔

امام زین العابدینؑ کی ولادت کے وقت مولائے کائناتؑ کا دورِ خلافت ظاہری تھا جس میں آپ نے اُن کے زیرِ سایہ دو سال زندگی گزاری، پھر دس سال چچا امام حسنؑ کے دورِ امامت میں گزارے اور اُن کی شہادت کے بعد روزِ عاشورہ ۶۱ھ تک اپنے والد کے عہدِ امامت میں رہے اور پھر خود آپ کا دورِ امامت آیا جس میں واقعۂ کربلا کے بعد کے تمام واقعات، گرفتاری و اسیری، دربدری، بازاروں اور درباروں سے گزرنا، رہائی، مدینہ واپسی، یزید، مروان، عبد الملک اور ولید جیسے حکام کا دورِ ظلم و ستم، ان تمام حالات کا سامنا کرتے رہے اور پھر ولید بن عبد الملک (ملعون) نے زہر سے ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ کو مدینہ منورہ میں شہید کردیا اور آپ کو قبرستانِ جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

آپ کی عظمت کی دلیل خود آپ کا لقب ''زین العابدین'' ہے کہ جس کے بارے میں رسول اسلامؐ نے فرمایا: ''روز قیامت جب زین العابدین کو آواز دی جائے گی تو میرا ایک بیٹا علی بن الحسینؑ لبیک کہتا ہوا بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا''۔

امام زین العابدینؑ کا بچپن:

آپ کے بچپن کے حالات میں ہے کہ ابراہیم بن ادہمؒ نے راہِ مکہ میں ایک کمسن بچہ کو مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر گھبرا کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہاں جارہے ہیں؟ سواری کا انتظام کیوں نہیں ہے؟ اور آپ کا زادِ راہ کیا ہے؟ تو جواب میں فرمایا کہ ''زَادِیْ تَقْوَایَ وَ رَاحِلَتِیْ رِجْلَایَ وَ قَصْدِیْ مَوْلَایَ'' میرا زادراہ میرا التقویٰ، میری سواری میرے دونوں پیر اور میری منزل میرا مولا و پروردگار ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ملتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے تو والد امام حسینؑ نے مزاج پُرسی کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی خواہش ہو تو کہو، تو جواب دیا کہ میری تنہا خواہش مرضی معبود پر راضی رہنا ہے کہ اُس سے بہتر میں کیا فیصلہ کرسکتا ہوں۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا کہ تمہارا جواب ابراہیم خلیلؑ جیسا ہے کہ انھوں نے آگ میں جاتے ہوئے کہا تھا کہ جس کا محتاج ہوں وہ میرے حالات سے واقف ہے اور اس کی مرضی پر راضی رہنا ہی میری ذمہ داری ہے۔

امام زین العابدینؑ کی جوانی:

آپ کی زندگی کا تقریباً بائیسواں سال تھا جب حاکمِ شام معاویہ بن ابوسفیان دنیا سے گزر گیا اور ''بدرفت و بدترین آمد'' کی مثال بن کر اُس کا بیٹا تختِ حکومت پر بیٹھ گیا جس میں دنیا کی تمام برائیاں پوری طرح سے پائی جاتی تھیں۔ جس کے ظلم وستم کی ابتداء یوں ہوئی کہ ۲۸/رجب المرجب ۶۰ھ کو مدینہ چھوڑ نے والوں میں امام حسینؑ کے ساتھ اُن کے گھر والوں میں امام سجادؑ بھی شامل تھے۔ اگرچہ یہ الگ بات ہے کہ تقریباً چوبیس برس کی عمر میں آپ جب مدینہ واپس آئے تو مردوں میں صرف آپ باقی رہ گئے تھے اور سارا گھرانہ یزیدی لشکر کے ہاتھوں میدانِ کربلا میں راہِ خدا میں شہید ہو چکا تھا۔

امام زین العابدینؑ، واقعۂ کربلا کے بعد:

مدینہ واپسی پر تقریباً ایک برس کا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ۲۷ یا ۲۸/ذی الحجہ ۶۳ھ کو یزید نے اپنے خلاف ہونے والی بغاوت کو کچلنے کے لئے مسلم بن عقبہ جیسے ظالم ترین انسان کو منتخب کیا جس نے مدینہ پر چڑھائی کی اور تین دنوں تک مدینہ کو جسارتوں، بیہودگیوں اور حرام کاریوں کے لئے آزاد کر دیا گیا اور اسی نتیجہ میں اگلے سال تقریباً ایک ہزار ناجائز بچے پیدا ہوئے۔ امام سجادؑ اِن حالات سے اتنے کبیدہ خاطر تھے کہ مدینہ سے باہر ایک گاؤں ''ینبع'' میں رہنے لگے تھے۔ لشکرِ یزید نے اپنی

اس ''کامیابی'' پر ہر ایک سے اپنی غلامی کی بیعت لی مگر امام سجادؑ سے درگیر نہ ہوا کیونکہ اس سے قبل اِس گھرانے سے مطالبۂ بیعت کا حشر دیکھ چکا تھا۔

۶۶ھ میں جناب مختارؒ بن عبید اللہ ثقفی قید سے نکلے اور حکومت حاصل کر لی اور پھر قاتلانِ امام حسینؑ اور انصارِ حسینؑ سے بدلہ لینے لگے۔ انھوں نے تقریباً ڈیڑھ برس کی حکومت کے دور میں ہزاروں دشمنانِ اہلبیتؑ کو تہہِ تیغ کیا اور اِس طرح حکومت کا صحیح مصرف بھی واضح کر دیا۔

۵۷/ برس کی عمر میں ولید بن عبد الملک نے زہر دے کر آپ کو ۲۵/ محرم الحرام ۹۵ھ کو شہید کر دیا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ کی ازواج کی تعداد کے ذیل میں مختلف نام ملتے ہیں لیکن اُن میں امام حسنؑ کی بیٹی جناب فاطمہؑ نمایاں ہیں جنھیں امام باقرؑ کی والدہ بننے کا شرف ملا۔ اور باقی تمام ازواج دراصل کنیزیں تھیں جنھیں امام کی اولاد کی ماں بننے کا شرف میسر ہوا (جنھیں اُمُّ الولد کہا جاتا ہے)۔

آپ کی اولاد میں گیارہ بیٹے اور چار بیٹیوں کے نام ملتے ہیں جن میں جناب زید شہیدؒ سب سے نمایاں شخصیت ہیں جو جہادِ راہِ خدا کرتے ہوئے شہید ہوئے اور اُنکی لاش چار برس تک دفن کے بغیر، کوفہ میں دارالامارہ کے دروازے پر لٹکی رہی۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

تاریخ وسیرتِ زین العابدین

حضرت امام علی بن حسین علیہما السلام

(۲)

امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ آپ کی پوری زندگی سیاسی کشمکشوں کے مختلف ادوار سے گزرتی رہی ہے اور ہر زمانے میں آپ نے بہترین انداز سے دین وشریعت کی پابندی اور اس کا تحفظ کیا ہے۔

امام سجادؑ اور سیاسی کشمکشیں:

آپ کی ولادت کا زمانہ وہ ہے جس میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مختلف تاریخی جنگوں میں منافق دشمنان اسلام (جو بظاہر خود کو مسلمان کہتے تھے) کا مقابلہ کر چکے ہیں اور اگر چہ اُن کو فتح بھی حاصل ہوئی تھی لیکن اُس کے باوجود بھی دشمن اُن کی جان لینے کے دَرپے تھا تا کہ اُسے دین وشریعت سے کھلواڑ کرنے کا کھلا ہوا موقع فراہم ہو جائے، جس کے نتیجہ میں دو برس کی عمر میں امام سجادؑ نے شیطانی سیاست کا وہ رُخ بھی دیکھا جس نے امیر المومنینؑ کا عین حالت نماز وروزہ میں

محرابِ مسجد کے اندر قتل کرا دیا۔

امام سجادؑ کی نو جوانی کا دَور، وہ شیطانی سیاست کی مکاری وفریب کاری کا دَور ہے جس میں حاکمِ شام نے پہلے خود ہی صلح کی پیشکش کی اور پھر طاقت وقوت اور ظلم وزیادتی کے بل بوتے پر خود ہی صلح اور صلحنامہ کی دھجیاں اُڑا دیں اور بالآخر انتہائی کریہہ سازش کے ذریعہ اپنے مصالحتی حریف، نواسۂ رسولؐ، امام حسنؑ کو زہر دلوا کر قتل کروا دیا۔

امام سجادؑ کی جوانی کا دَور وہ ہے جہاں دنیا معاویہ کے وجود سے پاک تو ہو جاتی ہے لیکن اُس سے بڑی سیاسی بدبختی یہ ہوتی ہے اُس کا بیٹا یزید تختِ حکومت پر بیٹھ جاتا ہے اور نواسۂ رسولؐ سے مطالبۂ بیعت کرتا ہے جس پر دربارِ مدینہ میں آپ کے والد انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں (کیونکہ قرآن نے کہا ہے کہ ''اذا اصابتهم مصيبة...'' یعنی جب ان پر مصیبت پڑتی ہے اور حسینؑ کی نظر میں دین اسلام کی مصیبت ہی اپنی مصیبت تھی اور دین پر اِس سے بڑی مصیبت اور کیا ہو سکتی تھی کہ خلافت اُمتِ اسلامی یزید جیسے انسان تک پہونچ جائے)، جس کے نتیجہ میں امام سجادؑ کی جوانی مدینہ سے ہجرت، مکہ سے ہجرت، کربلا ورود، مصائب کربلا، بھوک وپیاس، آزار وآلام، شدید بیماری، جنگ وخوں ریزی، ایک دن میں کم از کم بہتّر جاں نثاروں کی شہادت، داغِ یتیمی، شہیدوں کی لاشوں کی بے حرمتی،

سروں کا نیزوں پر بلند کیا جانا، خیموں کا جلایا جانا، اسباب لوٹا جانا، بستر اور مصلّے کا چھننا، اسیری و گرفتاری، ہتھکڑی و بیڑی وطوق، در بدری، تماشبینوں کا سامنا، بازار کوفہ سے گزرنا، دربار کوفہ میں ماں بہنوں کے ساتھ جانا، کوفہ میں قید خانہ میں رہنا، کوفہ سے شام کا پر مشقت سفر کرنا، راستے میں جگہ جگہ توہین کا سامنا کرنا، پتھر کھانا، طعنے سننا، بازارِ دمشق سے گزرنا، بازار میں بے عزتیاں برداشت کرنا، دربار کے دروازے پر روکا جانا، لوگوں کے توہین آمیز سوالات کا مقابلہ کرنا، دربار میں جانا، یزید کے سامنے ماں بہنوں کی رسوائیاں برداشت کرنا، قید ہونا، بہن کی وفات کا صدمہ سہنا، رہائی پاکر کربلا جانا، وہاں نالہ وفریاد کرنا اور پھر مدینہ آکر اُسی رنج وغم و کلفت و آلام و اذیت و آزار و بلا و مصیبت کو یاد کر کے ساری زندگی کاٹنا، میں گزر گئی۔

پھر شیطانی سیاست نے ایک اور رُخ بدلا اور مدینہ منورہ میں واقعہ حرّا پیش آیا جس میں مدینہ لوٹا گیا، تاراج کیا گیا اور حرام کاری کے لئے مباح کر دیا گیا اور مکہ مکرمہ کی وہ بے حرمتی کی گئی کہ خانہ کعبہ پر پتھر برسائے گئے اور غلافِ کعبہ تک جلا ڈالا گیا۔

پھر سیاست نے ایک اور کروٹ لی اور یزید بن معاویہ جہنم واصل ہوا اور سمجھا گیا کہ اب شاید دین اور دینداروں کو راحت نصیب ہوگی، لیکن یہ خیال صرف

خواب ہی رہا اور اسے تعبیر نہ مل سکی۔ اور معاویہ بن یزید بن معاویہ (جسے تاریخ میں معاویہ صغیر کے نام سے بھی جانا جاتا ہے) نے جس کے دل میں انسانیت کا جذبہ تھا، صرف چند روز تختِ حکومت پر رہا اور یہ کہکر اُتر گیا کہ یہ حکومت میرا یا ہمارے خاندان کا حق نہیں ہے بلکہ اہلبیتؑ کا حق ہے لہٰذا اُنھیں ملنا چاہئے۔ اور جس حکومت نے نواسۂ رسولؐ کا قتل کیا ہو اُس پر میں نہیں رہ سکتا۔

اس واقعہ کے بعد حکومت مروان نے ہتھیا لی اور اہلبیتؑ دشمنی کو ایک اور شیطانی نمائندہ مل گیا۔ جس کے گورنروں میں حجاج بن یوسف جیسے درندے بھی شامل تھے جس نے ڈیڑھ لاکھ افراد کو محبت اہلبیتؑ کے جرم میں قتل کر دیا تھا۔

پھر شیطانی سیاست نے ایک اور کروٹ لی اور اب مروان کا بیٹا تخت حکومت پر نظر آیا جو ظلم وستم میں اپنے باپ سے بھی آگے تھا اور اس کمبخت نے تو امام سجادؑ کی گرفتاری کا منصوبہ بنالیا لیکن اہل حق کی بغاوت کے خوف سے اپنے منصوبہ پر عمل نہ کر سکا۔ اس نے عبداللہ بن زبیر کی گرفتاری کے بہانے سے خانہ کعبہ پر پتھر برسوائے۔ یہاں تک کہ کعبہ کی چھت اور دیوار سب منہدم ہو گئے اور پھر جرم چُھپانے کے لئے تعمیر کعبہ کرنا چاہی جس پر ایک سانپ نکل آیا جو کسی کو قریب نہ آنے دیتا۔ آخرش امام سجادؑ کو طلب کیا گیا اور آپ نے کعبہ کا سنگ بنیاد رکھا تو تعمیر کعبہ مکمل ہو سکی۔

امام سجادؑ کی زندگی کا ایک اور سیاسی دَور جناب مختارؒ کی حکومت، قاتلان امام حسینؑ اور شہدائے کربلا سے انتقام بھی ہے جس سے ذرا امام کا دل ٹھنڈا تو ہوا لیکن یہ سکون چند دنوں سے زیادہ نہ رہ سکا اور پھر جناب مختارؒ کو قتل کر دیا گیا۔

امام سجادؑ کی زندگی میں شیطانی سیاست کی آخری کروٹ کے طور پر ولید بن عبدالملک حاکم بنا جس نے ظلم و ستم میں آباء و اجداد کی بھی ناک کان کاٹ لی، یہاں تک کہ اس ملعون نے امامؑ کو زہر سے شہید کرا دیا۔

امام سجادؑ کا اخلاق کریمانہ:

اس کے باوجود کہ امامؑ کی ساری زندگی سیاسی کشمکشوں میں گرفتار رہی لیکن آپ نے امامت کی ذمہ داری نہایت ہی بہترین انداز سے ادا کی جس میں اخلاق اسلامی کے عظیم نمونے پیش کیے۔ یہاں صرف چند واقعات بطور نمونہ ذکر کیے جا رہے ہیں۔

☆ آپ کا ہمیشہ یہ طریقہ رہتا تھا کہ کوئی طالبِ علم آجاتا تو اُس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور اس طرح علمِ دین کی عظمت بھی ظاہر ہوتی تھی اور طالبعلم دین کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی تھی۔

☆ آپ نے جس ناقہ پر بیس حج کیے تھے اُسے کبھی ایک تازیانہ بھی نہیں مارا جس کے نتیجہ پر امامؑ کی شہادت کے بعد آپ کی قبر پر وہ مسلسل تین دن روتا رہا

اور پھر دنیا سے چل بسا۔

☆ آپ اپنی مربّیہ ماں کا بھی اِتنا احترام فرماتے تھے کہ کبھی اُنکے ساتھ دسترخوان پر کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ دسترخوان پر وہ میرے سبب کسی نعمت سے محروم رہ جائیں اور بیٹا ہونے کی حیثیت سے مجھ پر سبقت نہ کریں اور میں وہ چیز جو اُنھیں پسند ہو کھالوں۔

امام سجادؑ کا اندازِ عبادت ودعا:

امام سجادؑ کا اندازِ عبادت کچھ ایسا تھا کہ آپ ساری ساری رات مصلّے پر رہتے اور ایک ایک رات میں آپ کی ہزار ہزار تکبیروں کی آوازیں سنائی دیا کرتی تھیں۔ گھر میں، مسجد میں اور یہاں تک کہ باغات میں بھی شکرِ خدا انجام دیا کرتے تھے۔

امام سجادؑ کی دعاؤں کا انداز بھی سب سے جدا تھا۔ دنیا اللہ سے مانگنے اور سوال کرنے کو دعا سمجھتی ہے لیکن امام سجادؑ نے دعا کے مفہوم کو یوں سمجھایا کہ دعا دراصل مانگنے سے زیادہ دینے والے کی حمد وثنا کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہر نعمت کے شکر پر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے جو شکرِ نعمت بھی ہوتا اور مزید کی راہ بھی ہموار کردیتا تھا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ ''لَئِن شَكَرتُم لَاَزِيدَنَّكُم '' اگر تم شکرادا کرو گے تو (گویا تمہیں مانگنے کی حاجت نہ

ہو گی) ہم خود ہی اضافہ کر دینگے۔آپ کی دعاؤں کے مجموعہ کا نام ''صحیفہ کاملہ سجادیہ'' ہے۔جس میں آپ کی کل ۶۳ دعائیں ہیں جو مختلف موضوعات پر اللہ کی بارگاہ میں پیش کی گئی ہیں۔ یہ ہمارے لئے ایک عظیم سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ تربیت کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔لہذا ہمیں چاہئے کہ مشکلات میں ادھر اُدھر دربدر ہونے کے بجائے ان دعاؤں کا سہارا لیں اور اپنی مشکلات کا حل ان میں تلاش کریں۔

امام سجاد علیہ السلام اور یادِ کربلا:

امام سجادؑ کی زندگی کا ایک رُخ واقعۂ کربلا کی نشر واشاعت اور اُس کی بقا ودوام سے بھی جُڑا ہوا ہے کہ آپ جب تک زندہ رہے کربلا کے واقعات دہراتے رہے جس سے دنیا کو مظلوم کی مظلومیت اور ظالم کے ظلم وستم کا اندازہ ہوتا رہا اور آپ کا گریہ ہی سماج میں وہ جان ڈالتا گیا کہ جس سے بعد کے ادوار میں امام باقر و صادق علیہما السلام کو شاگردوں کی ایک جماعت فراہم ہو سکی۔ چنانچہ آپ خوشی کی تقریب میں شرکت نہ کرتے اور اگر جاتے بھی تو وہاں بھی کربلا والوں کا ذکر کرتے تاکہ لوگ خوشی کے ماحول میں بھی کربلا والوں کو بھلا نہ دیں۔

امام سجاد علیہ السلام کے اقوالِ زرّیں:

☆ اللہ سے ڈرو اور یہ یقین رکھو کہ اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

☆ اے اولادِ آدم! غافل مت رہ کہ موت سب سے تیز، تیری طرف

بھاگتی چلی آرہی ہے۔

☆ دفاع کا سامان کرو، اپنے نفس کا حساب کرو اور امتحان سے پہلے ہی جواب کی تیاری کرو۔

☆ جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے وہی اللہ سے ڈرتا ہے۔

☆ یاد رکھو! اللہ جھوٹے کی تصدیق اور جھوٹے کی تائید نہیں کرتا۔

☆ (کہیں بھی فرار کرو) اللہ کی مملکت سے نکل کر غیرِ خدا کی سلطنت میں نہیں جاسکتے ہو۔

☆ سب سے بڑا حق تم پر تمہارے اللہ کا ہے اور اسی سے سارے حقوق کی شاخیں نکلتی ہیں۔ اس کے بعد تم پر بصارت، سماعت، زبان، ہاتھ، پیر، شکم اور شرمگاہ، ان سب کے حقوق ہیں اور ان کی ادائگی کی پرواہ کرو۔

سوالات:

۱۔ امام سجادؑ کی زندگی کس طرح کے کشمکش میں گزری؟

۲۔ امام سجادؑ کی نوجوانی کا کوئی واقعہ لکھیے؟

۳۔ امام سجادؑ کے دورِ جوانی کی دو مصیبتوں کا بیان کیجیے؟

۴۔ امام سجادؑ کے اخلاق وعبادت کی کوئی ایک ایک مثال لکھیے؟

۵۔ امام سجادؑ نے دعا کا کیا مفہوم سمجھایا ہے، لکھیے؟

تاریخ وسیرتِ باقر العلوم

حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام

نامِ نامی : محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

کُنّیت : ابوجعفر

القاب : باقر، شاکر، ہادی وغیرہ

والدِمحترم : امام علی بن الحسین (علیہما السلام)

والدۂ محترمہ : فاطمہ بنت حسن (علیہما السلام)

تاریخ ومقامِ ولادت : ۱/رجب المرجب ۵۷ھ، مدینہ منورہ

آغازِ امامت : ۲۵/محرم الحرام ۹۵ھ

تاریخ ومقامِ شہادت : ۷/ذی الحجہ ۱۱۴ھ، مدینہ منورہ

قاتل (ملعون) : ہشام بن عبدالملِک

کُل عمر : ۵۷/سال، ۵/ماہ، ۶/دن

مدفن : قبرستان جنت البقیع ، مدینۂ منورہ